انسدادِ سود

کے حوالے سے وفاقی شرعی عدالت کی طرف

سے اٹھائے گئے چودہ (14) سوالات کے

مفصّل جوابات

www.KitaboSunnat.com

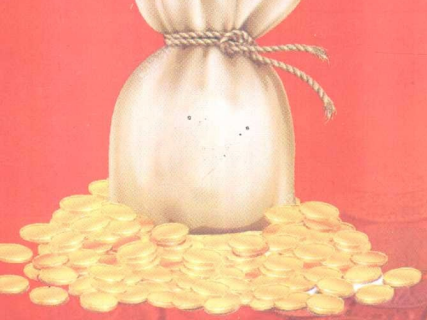

ملی مجلس شرعی

کیمپ آفس: 180 پاک بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور 54570

فون نمبر/ای میل 0300-4354673, ermpak@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

انسدادِ سود کے حوالے سے وفاقی شرعی عدالت کی طرف سے اٹھائے گئے چودہ (14) سوالات کے

مفصّل جوابات

ملی مجلس شرعی

کیمپ آفس: 180 پاک بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور 54570

فون نمبر/ای میل 0300-4354673، ermpak@hotmail.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

نام کتاب: انسداد سود کے حوالے سے وفاقی شرعی عدالت کی طرف سے اٹھائے گئے چودہ (14) سوالات کے مفصل جوابات

ایڈیشن: بار اوّل

تعداد: 500

سن تالیف: 2012ء

سن طباعت: نومبر 2015ء

ناشر: مکتبہ ملی مجلس شرعی

۹۹-جے ماڈل ٹاؤن لاہور

نمبر ....

☆☆☆☆☆☆ ملنے کا پتہ ☆☆☆☆☆☆

ملی مجلس شرعی

کیمپ آفس: 180 پاک بلاک، اقبال ٹاؤن، لاہور 54570

فون نمبر/ای میل 0300-4354673، ermpak@hotmail.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن ترتیب

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	4
2	انسدادِ سود کے لیے کی جانے والی کاوشوں کا جائزہ	7
3	سود کے حوالے سے ملی مجلس شرعی کے علماء کرام کا متفقہ جواب	15
4	سوال نمبر 1 اور جواب	17
5	سوال نمبر 2 اور جواب	41
6	سوال نمبر 3 اور جواب	46
7	سوال نمبر 4 اور جواب	47
8	سوال نمبر 5 اور جواب	54
9	سوال نمبر 6 اور جواب	69
10	سوال نمبر 7 اور جواب	71
11	سوال نمبر 8 اور جواب	82
12	سوال نمبر 9 اور جواب	82
13	سوال نمبر 10 اور جواب	90
14	سوال نمبر 11 اور جواب	96
15	سوال نمبر 12 اور جواب	98
16	سوال نمبر 13 اور جواب	101
17	سوال نمبر 14 اور جواب	102

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

یہ بات بخوبی آشکار ہے کہ حکومت نظام بینکاری سے سود کے استیصال کے مسئلے میں قطعاً مخلص نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مختصر سود کا بالکلیہ استیصال تبھی ممکن ہے جب کتاب وسنت کی منضبط تعلیمات کے مطابق سود کی متبادل اساس فراہم کردی جائے لیکن سوچنے والی بات یہ ہے کہ 1991ء سے وفاقی شرعی عدالت کی طرف سے کیے گئے فیصلے کو کم وبیش 24 سال گزر گئے ہیں کیا اس طویل عرصے میں سود سے پاک نظامِ بینکاری کی تشکیل ممکن نہیں تھی؟ یقیناً یہ ممکن تھی لیکن حکومتیں اس جانب سنجیدگی سے کوئی اقدام کرنے کی بجائے مختلف حیلے بہانوں اور ہتھکنڈوں سے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو کالعدم قرار دلوانے کے لئے قانونی موشگافیوں اور عدالتی گٹھ جوڑ پر ہی اپنی صلاحیتیں خرچ کرتی رہی ہیں، اس مجرمانہ غفلت میں تمام حکومتیں برابر کی شریک ہیں۔ ان کے آپس میں لاکھ اختلافات سہی لیکن سود کے استیصال کے خلاف یک زبان اور متفق ومتحد ہیں اور اب کی حکومتی رویوں سے یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ انہوں نے بینک انٹرسٹ کو ربا قرار دینے کے معاملے کو منوں مٹی تلے دبانے کی کوشش کی ہے اور اسے ایسے سرد خانے میں ڈال دیا ہے جس میں یہ منجمد ہو کر رہ جائے اور ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کی کیفیت میں ہی رہیں گے۔ (العیاذ باللہ)

سود کے معاملے کا از سر نو جائزہ لینے کے لئے وفاقی شرعی عدالت کو یہ کیس دوبارہ 2002ء میں بھجوایا گیا تھا جبکہ وفاقی شرعی عدالت کو 2014ء میں اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماعت کا خیال آیا اور انہوں نے چودہ سوالات مرتب کر کے پبلک نوٹس کے ذریعے ارباب علم ودانش کو دعوت دی کہ وہ ان کے جوابات کے ذریعے عدالت کی معاونت کریں۔ اگرچہ اس میں کئی سوالات خصوصاً اسلامی بینکاری کے بارے میں نئے بھی تھے جبکہ بعض سوالات کے جوابات پہلے ہی اہل علم نے دے رکھے تھے البتہ اب انہیں عدالت کی طرف سے ایک نیا رخ دیکر پیش کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

چنانچہ ملی مجلس شرعی نے ضروری سمجھا کہ عدالت کو ان کے جوابات دیئے جائیں اور اس حوالے سے ایک ابتدائی مسودہ محترم حافظ عاکف سعید امیر تنظیم اسلامی اور دوسرے محترم جناب ڈاکٹر فرید احمد پراچہ ڈائریکٹر علماء اکیڈمی منصورہ کی طرف سے تیار کیا گیا دونوں مسودات کا جائزہ ملی مجلس شرعی کے اجلاس میں لیا گیا اور اتفاق رائے سے یہ طے پایا کہ ان کی روشنی میں مفصل اور بحوالہ جوابات کی تیاری کے لئے ایک کمیٹی قائم کی جائے۔

چنانچہ محترم علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری ناظم جامعہ اسلامیہ لاہور کی سربراہی میں ایک تین رکنی کمیٹی قائم کی گئی جس میں تنظیم اسلامی کی طرف سے محترم حافظ عاطف وحید اور جماعت الدعوۃ کی طرف سے محترم حافظ محمد سعود کو شامل کیا گیا۔ چنانچہ کمیٹی کے سربراہ نے عرق ریزی کیساتھ مطلوبہ جوابات پر مشتمل مسودہ تیار کیا جسے حک و اضافہ کیساتھ ابتداً کمیٹی نے منظور کر لیا اور بعد ازاں ملی مجلس شرعی کے علمائے کرام نے بھی اس کی منظوری دیدی اور یہ جوابات 15 جون 2014ء کو وفاقی شرعی عدالت کو بھجوا دیئے گئے تھے اور اب انہیں افادۂ عام کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔ ہم محترم حافظ عاکف سعید، ان کے برادر محترم حافظ عاطف وحید، محترم ڈاکٹر فرید احمد پراچہ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محترم حافظ محمد سعود اور علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری کی ان کاوشوں کو قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس علمی خدمت پر ان کے شکر گزار ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان سمیت تمام علمائے کرام کی انسداد سود کیلئے کی جانے والی کاوشوں کو قبول و منظور فرمائے اور انہیں بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین

(مفتی) محمد خان قادری

صدر ملی مجلس شرعی پاکستان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسدادِ سود کے لئے کی جانے والی کاوشوں کا جائزہ

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ پاکستان اسلام کے نام اور کلمہ طیبہ کے اعلان پر وجود میں آیا۔ لاکھوں جانوں کی قربانی اور ہزاروں عصمتیں لٹوانے کے بعد قائم ہونے والے اس ملک میں اسلامی شریعت کے علاوہ کسی دوسرے قانون کی بالا دستی نہ عقلاً قابل تسلیم ہے اور نہ شرعاً قابل قبول۔ یہی وجہ ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح کا پاکستان کے لئے ایک اسلامی فلاحی مملکت کا وژن ان کے دسیوں خطابات سے واضح ہو جاتا ہے جو انہوں نے تحریک پاکستان کی جدوجہد کے دوران اور بعد میں ارشاد فرمائے اور یہ اس امر کے غماز ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے استیصال پر غور وفکر بالکل آغاز ہی سے ہو گیا تھا۔

1956ء اور 1962ء میں تشکیل پائے جانے والے دونوں دساتیر میں صاف اور غیر مبہم طور پر یہ بات درج تھی کہ حکومت پاکستان نظام معیشت سے سود کی لعنت کو ختم کرنے کے لئے بھرپور کوششیں کرے گی۔ اس کے بعد 1973ء کے آئین جو کہ ہماری تاریخ کا متفقہ آئین اور دستور مانا جاتا ہے، کے آرٹیکل؟ کی ذیلی دفعہ F میں کہا گیا ہے کہ حکومت جس قدر جلد ممکن ہو سکے ربا (سود) کو ختم کرے گی۔ 1962ء کے آئین کی رو سے قومی سطح پر اسلامی نظریاتی کونسل کے نام سے ایک دستوری ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ جس میں تمام مسالک اور مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے مستند علمائے کرام کو نمائندگی دی گئی۔ اس ادارے کے فرضِ منصبی میں یہ بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شامل کی گئی کہ یہ ادارہ ایسی تجاویز مرتب کرے گا جن پر عمل کر کے پاکستانی عوام کی زندگیوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جا سکے گا۔

چنانچہ 3 دسمبر 1969ء کو اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی آئینی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے اپنی ایک رپورٹ میں اتفاقِ رائے سے اس امر کا اظہار کیا کہ ربا یعنی سود اپنی ہر صورت میں حرام ہے اور شرح سود کی کمی بیشی سود کی حرمت پر اثر انداز نہیں ہوتی ۔مزید برآں موجودہ بینکاری نظام کے تحت افراد، اداروں اور حکومتوں کے درمیان قرضوں اور کاروباری لین دین میں اصل رقم پر جو اضافہ یا بڑھوتری لی یا دی جاتی ہے وہ ربا (سود) کی تعریف میں آتی ہے۔سیونگ سرٹیفکیٹ میں جو اضافہ دیا جاتا ہے وہ بھی سود میں شامل ہے۔ پراویڈنٹ فنڈ اور پوسٹل بیمہ زندگی وغیرہ میں جو اصل رقم پر اضافہ دیا جاتا ہے وہ بھی ربا میں شامل ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صوبوں، مقامی اداروں اور سرکاری ملازمین کو دیئے گئے قرضوں پر اضافہ بھی سود ہی کی ایک قسم ہے ،لہذا یہ تمام حرام اور ممنوع ہیں۔

کونسل کی مذکورہ بالا رپورٹ کے 8 سال بعد 1977ء میں صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے کونسل کو ہدایت کی کہ کونسل ضروری تحقیق اور تفتیش کے بعد ایسے طریقے بھی تجویز کرے جن کو اپنا کر سود جیسی لعنت کا خاتمہ کیا جا سکے۔ چنانچہ کونسل نے بینک واقتصادیات کے ماہرین اور علماء سے طویل گفتگو اور مباحث اور عالمی سطح پر اس مسئلے کی پیچیدگیوں کے گہرے مطالعے کے بعد 25 جون 1980ء کو اپنی رپورٹ صدرِ پاکستان کے سامنے پیش کر دی۔ اس رپورٹ میں سود کو ختم کر کے اس کے متبادل نظام کی جملہ تفصیلات درج تھیں اور کہا گیا تھا کہ ان تجاویز پر عمل درآمد سے دو سال کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندر اندر پاکستان کی معیشت سود سے مکمل طور پر پاک ہوسکتی ہے۔اس رپورٹ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ سعودی عرب کی کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ نے اس کا عربی زبان میں ترجمہ کر کے اپنی حکومت، اہل علم اور عوام کے استفادے کے لئے اسے شائع کیا لیکن قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل ہونے والے ملک کی افسرِ شاہی نے اس رپورٹ پر عمل درآمد کے ضمن میں سنجیدہ کوششیں نہیں کیں اور کچھ نیم دلانہ انداز میں اور بہت ہی محدود پیمانے پر مشارکہ، مضاربہ، مرابحہ اور بیع مؤجل کو ایسے انداز سے متعارف کروایا کہ خاطر خواہ نتیجہ اور خیر برآمد نہ ہوسکی۔ چنانچہ کونسل نے ایک اور نظر ثانی شدہ رپورٹ تیار کی جس میں ان الفاظ میں تنبیہ اور اظہار افسوس کیا گیا:

"کونسل نے 81-1980ء میں کیے جانے والے اقدامات کا جائزہ لیا جو حکومت نے اسلامی نظام معیشت کے نفاذ کے سلسلے میں انجام دیے ہیں ان میں خاتمہ سود کے لئے کیے جانے والے اقدامات ان سفارشات کے بالکل برعکس ہیں جو کہ کونسل نے تجویز کیں۔۔۔۔۔۔حکومت نے وہ طریقہ اختیار کیا جو مقصد کو فوت کرنے کا سبب بن گیا"

کونسل کی تنبیہات کا حکومت وقت پر جب کوئی اثر نہ ہوا تو 1990ء میں ایک پاکستانی محمود الرحمٰن فیصل نے وفاقی شرعی عدالت، جو کہ اسلامی قوانین کے مطابق اور اسلامی احکام کے تحت فیصلہ دینے کے لیے وجود میں لائی گئی تھی، میں ایک پٹیشن نمبر 1/30 داخل کی اور عدالت سے استدعا کی کہ رائج الوقت سودی نظام معیشت کو غیر اسلامی قرار دے کر اس پر پابندی عائد کی جائے اور حکومتِ وقت کو ہدایت کی جائے کہ پاکستان کے معاشی نظام سے سود جیسی لعنت کا خاتمہ کیا جائے۔ وفاقی شرعی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدالت نے اس کیس اور اسی سے ملتے جلتے 114 دیگر کیسز کی مشترکہ سماعت کی۔ دورانِ سماعت بینکرز، اکانومسٹس، حکومتی نمائندوں اور علماء کو تفصیلی طور پر سنا، دقیق بحثیں کیں، تحریری اور زبانی بیانات حاصل کیے اور اکتوبر 1991ء میں 157 صفحات پر مشتمل اپنا تاریخی فیصلہ سنایا۔ اس وقت کی وفاقی شرعی عدالت جسٹس تنزیل الرحمٰن صاحب (بطور چیف جسٹس)، جسٹس فدا محمد خان صاحب اور جسٹس عبیداللہ خان صاحب پر مشتمل تھی۔ عدالت نے اپنے فیصلے میں نہ صرف یہ کہ سود کی ایسی تعریف متعین کی جسے معیار بنا کر مروجہ نظامِ معیشت میں پائے جانے والے سودی معاملات اور آئین اور دستور میں مذکور سودی دفعات کا جائزہ لیا جا سکتا تھا، بلکہ رائج تمام سودی قوانین (22 قوانین) کا جائزہ لے کر بینکنگ سمیت تمام سودی لین دین کو حرام قرار دیا۔ وفاقی حکومت اور تمام صوبوں سے بھی کہا کہ وہ 30 جون 1992ء تک متعلقہ قوانین میں تبدیلی کر لیں اور یہ بھی کہ یکم جولائی 1992ء سے تمام سودی قوانین غیر آئینی ہو جائیں گے اور تمام سودی کاروبار غیر اسلامی ہونے کی بنا پر ممنوع قرار پا جائے گا۔

وفاقی شرعی عدالت کے مذکورہ بالا فیصلے کو عوامی سطح پر زبردست پزیرائی ملی اور یہ امید پیدا ہوگئی کہ شاید پاکستان کے قیام کے 45 سال بعد اب ہمارا معاشی قبلہ درست ہو جائے گا اور عوام کو سود جیسے استحصالی اور ظالمانہ ہتھکنڈے سے نجات مل جائے گی لیکن دوسری طرف سود خوروں اور بینکاروں کو فکر لاحق ہوگئی کہ ان کا پھیلایا ہوا جال کہیں کمزور نہ پڑ جائے اور حکومت کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ کہیں بین الاقوامی سطح پر قرضوں کے حصول میں مشکلات نہ پیدا ہو جائیں اور یہ بھی کہ کہیں تجارتی سرگرمیاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقوف نہ ہو جائیں۔ چنانچہ 30 جون کے آنے سے پہلے پہلے مالیاتی اداروں کے اہلکاروں، بینکاروں اور بعض دیگر افراد نے سپریم کورٹ کے شریعت ایپلٹ بنچ میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیلیں دائر کر دیں۔

یہ اپیلیں فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ بن گئیں اور سات سال تک سرد خانے میں پڑی رہنے کے بعد 1999ء کے اوائل میں سپریم کورٹ آف پاکستان میں ایک شریعت ایپلٹ بنچ تشکیل دیا گیا جس نے کئی ماہ تک مسلسل ان اپیلوں کی سماعت کی۔ پانچ رکنی اس بنچ میں جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خان بطور چیئرمین شریک تھے جبکہ جناب جسٹس وجیہہ الدین صاحب، جناب جسٹس منیر اے شیخ، جناب جسٹس مفتی مولانا تقی عثمانی اور جناب جسٹس ڈاکٹر محمود احمد غازی بطور ممبر شامل تھے۔ معزز عدالت نے سماعت کے دوران مقدمہ میں زیر بحث آنے والے اہم فقہی، معاشی، معاشرتی، قانونی اور آئینی ایشوز پر رہنمائی حاصل کرنے کے لئے فریقین کے وکلاء حضرات کے علاوہ ماہرین علم وفن سے بھی اپیل کی کہ وہ زیر بحث مسئلہ کے حوالے سے عدالت کی معاونت کریں۔ چنانچہ پاکستان بلکہ اسلامی دنیا کے بعض دوسرے نامور محققین اور قانون دان حضرات نے فاضل عدالت کی معاونت کرتے ہوئے اپنی آراء اور تجاویز سے تحریری طور پر اور زبانی بھی عدالت کو مستفید کیا اور جدید وقدیم معاشی کتب وجرائد کے بے بہا علمی ذخیرے میں سے اہم اقتباسات کی نقول عدالت کے ریکارڈ پر لائی گئیں۔

اس سارے مواد کی چھان پھٹک، علماء اور وکلاء کی مباحث کی سماعت کرنے کے بعد سپریم کورٹ کے شریعت ایپلٹ بنچ نے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو عمومی طور پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درست قرار دیتے ہوئے جدید بینکاری سمیت تمام دیگر سودی قوانین کو اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں ممنوع اور حرام قرار دیا اور حکومت وقت کو مزید مہلت دیتے ہوئے ہدایت جاری کی کہ وہ جون 2001ء تک تمام غیر اسلامی قوانین کو نئے اسلامی قوانین سے بدل کر بینکنگ سمیت دیگر معاملات کو سود سے پاک کر دے۔

شریعت ایپلٹ بنچ کا یہ فیصلہ ایوان ہائے اقتدار و طبقہ ہائے استحصال کے لیے ایک شمشیر برہنہ کی صورت اختیار کر گیا اور ان تمام مفاد یافتہ طبقات نے بیک زبان سپریم کورٹ آف پاکستان سے "دادرسی" کے لئے رجوع کیا کیونکہ ان کے مفادات پر حرف آنے کا امکان پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ جون 2001ء آنے سے پہلے پہلے حکومت نے ایک درخواست شریعت ایپلٹ بنچ کے سامنے دائر کی جس میں فاضل عدالت سے درخواست کی گئی تھی کہ سودی نظام کو ختم کرنے کے لیے مزید دو سال کی مہلت دی جائے۔ بظاہر یہ درخواست حکم امتناعی کی عرضی تھی جو جون 2000ء سے پہلے ہی UBL کے ذریعے داخل دفتر کروائی گئی تھی۔

چنانچہ اس عرضی کی بنیاد پر عدالت نے درخواست منظور کرتے ہوئے دو سال کی مہلت دے دی اور ہدایت کی کہ جون 2002ء تک مطلوبہ آئینی و انتظامی اقدامات مکمل کر لیے جائیں۔ ایمانداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ حکومت وقت اپنی استدعا پر حاصل ہونے والی اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خلوص نیت کے ساتھ قوانین کی تبدیلی کا کام مکمل کرتی لیکن عملاً کوئی خاطر خواہ پیش رفت نہ کی گئی بلکہ حسب معمول سود کی بنیاد پر نئی سکیموں کا اجراء اور نئے قرضے حاصل کرنے کا اہتمام کیا جاتا رہا۔ جب عدالت کی دی ہوئی مہلت ختم ہونے کو آئی تو UBL کی جانب سے نظر ثانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ایک درخواست عدالت میں داخل کی گئی۔ اس دوران ایک بڑا واقعہ یہ رونما ہو چکا تھا کہ PCO پر حلف نہ اٹھانے کی بناء پر جسٹس خلیل الرحمٰن خان اور جسٹس وجیہہ الدین احمد ریٹائیر کر دیئے گئے جسٹس محمود احمد غازی بھی ایک اور حکومتی عہدے پر فائز ہونے کی بنا پر شریعت ایپلٹ بنچ کا حصہ نہ رہے۔ صرف جسٹس منیر اے شیخ اور جسٹس مفتی مولانا تقی عثمانی بطورِ جج بنچ کا حصہ رہ گئے لیکن سماعت سے متصلاً قبل ایک بڑا "دھماکہ" یہ کیا گیا کہ جسٹس مولانا تقی عثمانی کو جو سود سے متعلق اپیل کا فیصلہ لکھنے والے ججوں میں شامل تھے اور علمی اور دینی اعتبار سے اہم حیثیت رکھتے تھے انہیں بغیر کوئی وجہ بتائے ایپلٹ بنچ سے فارغ کر دیا گیا، اور علماء نشستوں پر نئے بنچ میں جناب علامہ خالد محمود اور جناب رشید احمد جالندھری کو اس بنچ کا حصہ بنا دیا گیا۔

چند دن کی مختصر سماعت کے بعد نظر ثانی کے لیے تشکیل کردہ بنچ نے انتہائی عجلت میں 24 جون 2002ء کو اپنا فیصلہ سناتے ہوئے شریعت ایپلٹ بنچ کا 23 دسمبر 1999ء کا فیصلہ اور وفاقی شرعی عدالت کا 14 نومبر 1991ء کا فیصلہ بیک جنبش قلم منسوخ کر دیا اور مقدمے کو از سرِ نو سماعت کے لیے دوبارہ وفاقی شرعی عدالت میں بھیجنے کے احکامات صادر کر دیئے۔ اس طرح اس عدالت نے سابقہ نصف صدی کی طویل کوششوں اور جاں گسل محنتوں کو صفر سے ضرب دے کر معاملہ وہاں پہنچا دیا کہ گویا ہنوز روزِ اول است۔

قصہ مختصر یہ کہ اب سود کا مقدمہ ایک مرتبہ پھر اپنے بالکل ابتدائی مرحلے میں پہنچ کر وفاقی شرعی عدالت کے سامنے ہے اور اس میں 2002ء کی PCO عدالت کے فیصلے کے ذریعے بہت سے ایسے مباحث کو دوبارہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھول دیا گیا ہے جن پر سابقہ دو مقدمات میں تفصیل کے ساتھ بحث ہو چکی ہے اور بہت وضاحت کیساتھ فیصلے دیئے جا چکے ہیں لیکن اب بہت سے نئے مباحث کا ڈول بھی ڈال دیا گیا ہے جو اس مقدمے کو ایک نئی جہت کی طرف لے جانے کی ناکام کوشش ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمارے حکمرانوں کو ہدایت عطا فرمائے کہ وہ اپنے سمیت پوری قوم کو سود سے نکالنے کے لئے ٹھوس پیش رفت کر سکیں نہ کہ باطل تاویلات کا سہارا لیکر مختلف حیلے بہانوں سے سودی نظام کو برقرار رکھنے پر اصرار کرتے رہیں۔ آمین

حافظ عاکف سعید

امیر

تنظیم اسلامی پاکستان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سود کے حوالے سے ملی مجلس شرعی کے علماء کرام کا متفقہ جواب

ملی مجلس شرعی کے مندرجہ ذیل علماء کرام نے کئی ماہ کی محنت کے بعد اپنی سب کمیٹی کی رپورٹ منظور کرتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت کی طرف سے بھیجے گئے سوالات کا متفقہ جواب تیار کرلیا ہے جو لف ہذا ہے:

۱۔	مولانا مفتی محمد خان قادری	(مہتمم جامعہ اسلامیہ، لاہور)
۲۔	مولانا زاہد الراشدی	(شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)
۳۔	مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی	(مہتمم جامعہ اہل حدیث، لاہور)
۴۔	مولانا عبدالمالک، منصورہ	(مہتمم جامعہ مرکز علوم اسلامیہ، منصورہ، لاہور)
۵۔	مولانا ڈاکٹر محمد حسین اکبر	(مہتمم ادارہ منہاج الحسین، جوہر ٹاؤن، لاہور)
۶۔	مولانا ڈاکٹر محمد امین	(ڈین صفا اسلامک سنٹر، لاہور)
۷۔	مولانا محمد خلیل الرحمٰن قادری	(ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ، لاہور)
۸۔	مولانا شیخ محمد یعقوب	(مدیر شئون الدینیہ، جماعۃ الدعوۃ، لاہور)
۹۔	مولانا راغب حسین نعیمی	(مہتمم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور)
۱۰۔	مولانا حافظ فضل الرحیم	(نائب مہتمم، جامعہ اشرفیہ، لاہور)
۱۱۔	مولانا عبدالرؤف فاروقی	(مہتمم جامعہ اسلامیہ، کاموکے)
۱۲۔	علامہ احمد علی قصوری	(امیر مرکز اہل سنت، لاہور)
۱۳۔	حافظ عاکف سعید	(امیر مرکز اہل سنت، لاہور)
۱۴۔	ڈاکٹر فرید احمد پراچہ	(نائب قیم، جماعت اسلامی پاکستان، لاہور)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ مولانا حافظ محمد نعمان حامد (مدیر جامعۃ الخیر، لاہور)

۱۶۔ علامہ ڈاکٹر سید مہدی حسن (جامعہ المنتظر، لاہور)

۱۷۔ علامہ محمد توقیر عباس (جامعہ العروۃ الوثقیٰ، لاہور)

۱۸۔ مولانا عبدالوہاب روپڑی (نائب جماعت اہل حدیث، لاہور)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال نمبر 1: تفاسیر کی روشنی میں ربا (سود) کی مستند تعریف کیا ہے؟ کیا ربا، یوژری اور انٹرسٹ میں کوئی فرق ہے؟ کیا ربا کا اطلاق اس انٹرسٹ پر بھی ہوتا ہے جو بینک اور مالیاتی ادارے تجارتی اور پیداواری مقاصد کے لئے دیئے گئے قرضوں پر وصول کرتے ہیں؟

جواب: یہ سوال اٹھانا کہ تفاسیر کی روشنی میں ''ربا کی مستند تعریف کیا ہے؟'' اصولاً درست نہیں ہے کیونکہ شرعی احکام کے اولین اور بنیادی ماٰخذ کتاب وسنت ہیں جبکہ مفسرین کرام نے تو اپنے اپنے فہم اور علمی استعداد کے مطابق قرآنی آیات کی تفسیر کی ہے اور ان کی حیثیت اقوال امت کی ہے۔ لہذا ہمیں ربا کی مستند تعریف متعین کرنے کے لیے اصولاً کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا چاہیے البتہ یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ مفسرین کرام محدثین عظام اور ائمہ مجتہدین کی تشریحات بھی سود کی تعریف متعین کرنے میں ممد اور معاون ہیں

قرآن حکیم اور سود کی تعریف:

قرآن حکیم کی ان آیات مبارکہ سے یہ تصریح ہو جاتی ہے کہ سود وہ رقم ہے جو مقروض قرض کی اصل رقم سے زائد قرض خواہ کو لوٹاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود، اگر مسلمان ہو پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ

اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو، نہ تو کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ تمہیں نقصان ہو۔

(البقرۃ: ۲۷۸، ۲۷۹)

ان آیات کے الفاظ ''وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ'' سے اس قدر بات تو بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سود دراصل قرض کی اصل رقم پر اضافے کا نام ہے۔ ان آیات مبارکہ سے یہ بات بھی صراحت سے معلوم ہو رہی ہے کہ اس اضافی رقم کا مطالبہ قرض خواہ کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ تاہم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مقروض نے بھی قرض خواہ سے قرض لیتے وقت اس اضافے کو شرط کے طور پر شدید مجبوری یا حاجت کے پیش نظر قبول کر لیا ہو یا پھر اس نے منافع کے طمع میں باہمی رضامندی سے راس المال پر یہ مشروط اضافہ ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہو لیکن قرآن پاک کا قرض خواہوں کو یہ انتباہ کرنا کہ وہ سود کے بقایا جات چھوڑ دیں اور اصل اموال پر اکتفا کریں اس بات کی دلیل ہے کہ سود کا مطالبہ اپنے مفاد کے لیے قرض خواہ ہی کرتا ہے۔

اسی طرح یہ بات ایک اور ارشاد باری تعالیٰ سے واضح ہو رہی ہے کہ قرض خواہ کی طرف سے قرض کی اصل رقم پر اضافے کا مطالبہ دراصل مہلت کے عوض کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرة: ۲۸۰)	اور اگر قرض دار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لئے اور بھلا ہو اگر تم جانو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے قرض خواہ کو حکم دیا ہے کہ اگر مقروض تنگ دست ہو تو وہ اسے آسانی حاصل ہونے تک مہلت دے۔ یہاں اقتضاء النص یہی ہے کہ قرض خواہ بغیر کسی مالی منفعت کے یہ مہلت دے کیونکہ مذکورہ آیت میں تو قرض خواہ کو یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ اگر مقروض زیادہ تنگ دست ہو تو وہ اسے یہ رقم صدقہ کردے، اس دستور کے برعکس جو حرمت سود کے متعلق احکام نازل ہونے سے قبل عرب میں رائج تھا یعنی مقروض اگر مقررہ مدت تک قرض کی واپسی کرنے سے معذور ہوتا تو اسے زائد رقم کے عوض مزید مہلت دی جاتی تھی جیسا کہ کئی مفسرین نے نقل کیا ہے۔

مفسرین کرام کی تائید:

۱۔ امام بغوی رحمہ اللہ (متوفی:۵۱۶) فرماتے ہیں:

أن أهل الجاهلية كان أحدهم اذا حل ماله على غريمه فطالبه فيقول الغريم لصاحب الحق: زدني في	جاہلیت کے زمانے میں جب کسی کے مال کی ادائیگی کی معیاد پوری ہو جاتی تو وہ اپنے قرض کا مطالبہ کرتا تو اس کا مقروض کہتا مدت بڑھا دو تو میں تمہارے قرض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الأجل حتى أزيدك في المال ، فيفعلان ذلك

(کی رقم) میں اضافہ کر دوں گا۔ چنانچہ دونوں ایسا معاملہ کر لیتے۔

(معالم التنزیل :جلد ۱ :ص ۲۶۲)

۲۔ امام ابو محمد عبدالمنعم بن عبدالرحیم رحمہ اللہ (متوفی:۵۴۷) فرماتے ہیں:

ما كانت العرب تفعله من تاخير الدين بزيادة فيه فيقول احدهم لغريمه: أتقضي أم تربي؟

اہل عرب قرض کی ادائیگی میں تاخیر کی بنا پر اس میں زیادتی کا معاملہ کرتے تھے پس قرض خواہ تاخیر کے سبب مقروض کو کہتا کہ قرض دیتے ہو یا مع سود دو گے؟

(احکام القرآن:جلد ۱ :ص ۴۰۰)

۳۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (متوفی:۶۰۶) نے زمانہ جاہلیت کے اس معمول کی یوں وضاحت کی ہے:

وأما ربا النسيئة فهو الأمر الذي كان مشهوراً متعارفاً في الجاهلية ، وذلك أنهم كانوا يدفعون المال على أن يأخذوا كل شهر قدراً معيناً، ويكون رأس المال باقياً، ثم اذا حل الدين طالبوا المديون برأس المال ، فان تعذر عليه الأداء

ادھار کا سود جاہلیت کے زمانے میں معروف و مشہور تھا۔ اس کی شکل یہ ہوتی تھی کہ لوگ اپنا ادھار مال اس شرط پر لوگوں کو دیتے کہ اتنی مقدار ماہانہ سود دینا ہوگا اور اصل رقم بدستور باقی رہے گی ۔ جب ادائیگی کی میعاد پوری ہو جاتی تو قرض دار سے ادائیگی کا مطالبہ کرتے اگر وہ ادائیگی سے معذور ہوتا تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زادوا فی الحق والأجل ، فهذا هو الربا الذی کانوا فی الجاهلیة یتعاملون به

میعاد بڑھادی جاتی اور اس میعاد کے بدلے میں سود بھی بڑھا دیا جاتا۔ یہی وہ ربا تھا جس پر جاہلیت کے زمانے میں معاملات ہوتے تھے۔

(التفسیر الکبیر: جلد ۷: ص ۷۲)

احادیث مبارکہ اور سود کی تعریف:

ان قرآنی احکام کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ نے بھی سود کی تعریف واضح کر دی ہے۔ پہلے چند ارشادات نبوی ﷺ سامنے لاتے ہیں اور پھر سود کی مستند تعریف جو مطلوب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا أقرض احدکم قرضاً فاهدی الیه، او حمله علی الدابة ، فلا یرکبه ولا یقبلها الا ان یکون جری بینه و بینه قبل ذلک ،رواه ابن ماجه ، والبیهقی فی " شعب الایمان"

"جب تم میں سے کوئی کسی کو قرض دے تو اگر مقروض اسے ہدیہ دے یا سواری دے تو اس پر سوار نہ ہو اور ہدیہ قبول نہ کرے، الا یہ کہ ان میں پہلے سے دوستانہ تعلقات تھے اور ایک دوسرے کو ہدیہ دیتے اور سواری پیش کرتے تھے۔ اسے ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح، رقم: ۲۸۳۱)

اس سے پتہ چلا کہ مقروض کو قرض خواہ سے ہدیہ کی صورت میں معمولی منفعت حاصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے سے بھی روک دیا گیا ہے۔

عمارہ ہمدانی سے ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ کل قرض جر نفعا فھو ربا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر قرض جو نفع کھینچے وہ ربا ہے۔

(المطالب العالیہ از ابن حجر: جلد ۱، صفحہ ۴۴۱، رقم: ۱۳۷۳، طبع بیروت)

اصل میں یہ حدیث حارث بن محمد بن ابی اسامہ التمیمی البغدادی (متوفی: ۲۸۲ھ) کی کتاب ''مسند حارث'' میں سند کے ساتھ نقل ہوئی ہے اور اس حدیث مبارکہ نے بھی وضاحت کر دی کہ قرض خواہ کو قرض کی اصل رقم سے زائد جو بھی فائدہ حاصل ہو وہ سود ہے۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے منقول سود کی تعریف پر پوری امت کا اجماع ہے۔ انہوں نے یہ تعریف یوں نقل کی ہے:

اشتراط الزیادۃ فی السلف ربا و لو کان قبضۃ من علف او حبۃ

قرض کے اصل مال پر اضافہ اور زیادتی کی شرط لگانا سود ہے اگرچہ یہ اضافہ مٹھی گھاس (جانوروں کے لیے چارہ) یا ایک دانہ ہی کیوں نہ ہو۔

(التمہید لابن عبد البر: جلد ۴، ص ۶۸۱، طبع لاہور، ۱۹۸۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سود کی مطلوبہ تعریف:

چنانچہ اب سود کی مطلوبہ تعریف یوں سامنے آتی ہے:

''سود دراصل قرض خواہ کی طرف سے کسی بھی مقروض کو دی گئی قرض کی اصل رقم پر وہ اضافہ ہے جس کے مقابل کسی رقم، محنت یا ذمہ داری کا بدل نہیں ہوتا بلکہ قرض خواہ اسے صرف مہلت کے عوض مقروض سے مشروط اور متعین طور پر لیتا ہے۔''

مفسرین کرام اور سود کی تعریف:

اب کچھ متقدمین اور متاخرین جید مفسرین کی طرف سے کی گئی سود کی تعریف بھی ملاحظہ ہو۔

۱۔ امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ (متوفی: ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

و حرّم الربا یعني الزیادة التي یزاد ربّ المال بسبب زیادته غریمه في الأجل ،وتاخیره دینه علیه	اور حرام کیا گیا سود یعنی وہ اضافہ جو مال (دین) کے مالک کے لیے کیا جاتا ہے اس وجہ سے کہ اس نے اپنے مقروض کے لیے مدت بڑھا دی ہے اور اپنے قرض کی اصل رقم مؤخر کر دی ہے

(جامع البیان :جلد۳:صفحہ۱۴۳)

۲۔ امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص رحمہ اللہ ربا کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أنه معلوم أن ربا الجاهلية انما كان قرضاً مؤجلاً بزيادة مشروطة فكانت الزيادة بدلاً من الأجل فابطله الله تعالىٰ و حرمه و قال [وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُم] و قال تعالىٰ [وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا]

یہ بات معلوم ہے کہ زمانہ جاہلیت کا سود یہ تھا کہ جب کوئی کسی مدت کے لیے قرض لیتا تو اس پر مشروط زیادتی کی جاتی اور یہ زیادتی دراصل مدت کے عوض کی جاتی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے باطل اور حرام قرار دیا اور فرمایا: [اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو] اور [چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود]

(احکام القرآن للجصاص: جلد ۲: صفحہ ۱۸۶)

۳. علامہ ابو الفضل شهاب الدين السيد محمود الالوسی البغدادی رحمہ اللہ (متوفی: ۱۲۷۰) فرماتے ہیں:

ربا الشيء يربو اذا زاد، وفي الشرع عبارة عن فضل مال لا يقابله عوض في معاوضة مال بمال

ربا وہ شے ہے جو زیادتی کے طور پر لی جاتی ہے اور شرع میں اس سے مراد وہ اضافہ ہے جو اصل مال پر لیا جائے جس کے عوض بدل میں کوئی مال نہ ہو۔

(روح المعانی: جلد ۳: صفحہ ۶۶)

• امام فخر الدین رازی اور امام بغوی رحمۃ اللہ علیہما نے سود کے حوالے سے جو تعریفات بیان کیں، ہم انہیں پہلے ہی نقل کر چکے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''لغت عرب میں ربا کا معنی زیادتی ہے۔ اصطلاح میں اس مقررہ زیادتی کو ربا کہا جاتا تھا جو کسی رقم کی ادائیگی میں دیر کرنے پر ادا کی جاتی تھی۔ اس کی مروجہ شکلیں یہ تھیں کہ کسی نے کوئی چیز خریدی، قیمت اگر وہ نقد ادا نہ کرسکتا تو ایک معیاد مقرر کی جاتی اور اگر وہ اس معیاد پر بھی قیمت ادا نہ کرسکتا تو معیاد بھی لمبی کر دی جاتی اور قیمت میں بھی اضافہ کر دیا جاتا۔ مثلاً دس روپے کی کوئی چیز لی اور ایک ماہ کے بعد قیمت ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ مہینہ گزرے کے بعد اگر اسے دس روپے میسر نہ آئے تو وہ ایک مہینہ کی مہلت مزید طلب کرتا اور دس کی بجائے بارہ روپے ادا کرنے کا اقرار کرتا۔ ایک شکل یہ بھی تھی کہ کسی سے سو روپیہ مثلاً قرض لیا اور طے یہ پایا کہ مقروض ہر سال سو کے ساتھ دس روپے زائد ادا کرے گا۔ ان دونوں شکلوں کو اس وقت ربا کہا جاتا۔''

(ضیاءُ القرآن: جلد ۱: صفحہ ۱۹۳)

۵۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ''تفہیم القرآن'' میں رقمطراز ہیں:

''اصطلاحاً اہل عرب اس لفظ (ربوا) کو اس زائد رقم کے لیے استعمال کرتے تھے جو ایک قرض خواہ اپنے قرض دار سے ایک طے شدہ شرح کے مطابق اصل کے علاوہ وصول کرتا ہے۔ اسی کو ہماری زبان میں سود کہتے ہیں۔''

(تفہیم القرآن: جلد ۱: صفحہ ۲۱۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ مولانا امین احسن اصلاحی ربا کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

رَبَا، یَرْبُوْ، رِبَاءً کے معنی بڑھنے اور زیادہ ہونے کے ہیں۔ اسی سے ''ربوا'' ہے جس سے مراد وہ معین اضافہ ہوتا ہے جو ایک قرض دینے والا ایک مجرد مہلت کے عوض اپنے مقروض سے اپنی اصل رقم پر وصول کرتا ہے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں میں یہ اصلاح مذکورہ مفہوم کے لیے مشہور رہی ہے۔ اس کی شکلیں مختلف رہی ہیں لیکن اس کی اصل حقیقت یہی ہے کہ قرض دینے والا قرضدار سے ایک معین شرح پر صرف اس حق کی بنا پر اپنے دیئے ہوئے روپے کا منافع وصول کرے کہ اس نے ایک خاص مدت کے لیے اس کو روپے کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

(تدبر قرآن: جلد ۱: صفحہ ۵۸۶)

تمام مأخذ سے سود کی جامع و مانع تعریف سامنے آجانے کے بعد اب وہ تعریف بھی ملاحظہ فرمالیں جو شریعت اپیلیٹ بنچ کے دسمبر 1999ء کے تاریخ ساز فیصلے میں کی گئی ہے:

Any amount big or small over the pricipal, in a contract of loan or debt is Riba prohibited by the Holy Quran regardless of whether the loan is taken for the purpose of consumption or some production activity.

(ترجمہ) ''کسی بھی معاہدہ قرض میں قرض کی اصل رقم سے زائد رقم (تھوڑی یا زیادہ) وہ سود ہے جس کی ممانعت قرآن حکیم میں وارد ہوئی ہے قطع نظر اس کے کہ یہ قرض صرفی مقاصد کے لیے حاصل کیا گیا یا پیداواری مقاصد کے لیے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم اس تعریف کی اصل روح کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے متن میں معمولی اضافہ تجویز کرتے ہیں:

Any predetermind amount big or small over the principal conditionally mentioned in a contract of loan or debt taken by the lender merely against the time he gives for repayment of loan is Riba, prohibited by the Holy Quran regardless of whether the loan is taken for the purpose of consumption or some production activity.

(ترجمہ) ''کسی بھی معائدۂ قرض میں قرض کی اصل سے مفید زیادہ رقم (تھوڑی یا زیادہ) جو کہ قرض خواہ مقروض سے اس مہلت کے عوض مانگتا ہے جو مقروض کو قرض کی ادائیگی کی واپسی کے لیے دیتا ہے وہ سود ہے جس کی ممانعت قرآن حکیم میں وارد ہوئی ہے، قطع نظر اس کے کہ یہ قرض صرفی مقاصد کے لیے حاصل کیا گیا یا پیداواری مقاصد کے لیے۔''

کیا ربا، سود (Usuary) اور انٹرسٹ (Interest) میں کوئی فرق ہے؟

ربا، سود (Usuary) اور Interest میں کوئی فرق نہیں کیونکہ تینوں میں وہ تین مشترکہ باتیں پائی جاتی ہیں جو ربا کی تعریف میں شامل ہیں:

۱۔ قرض کی اصل رقم پر مہلت کے عوض اضافہ

۲۔ اضافہ کی شرح کا متعین ہونا

۳۔ اضافہ کی شرط کا معاہدہ قرض میں شامل ہونا۔

جدید معاشی اصلاحات میں بھی Interest اور Usuary میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تمام مستند ڈکشنریوں میں دونوں کا مفہوم سود ہی بیان کیا گیا ہے۔ اگر کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرق ہے تو وہ صرف شرح سود کا ہے اس لیے کہ Usuary میں شرح سود نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ چار ہزار سال پہلے کے قانون حمورابی سے لے کر آج تک یوزری اور انٹرسٹ ایک ہی سمجھے گئے ہیں۔ شرح سود مختلف ادوار اور مختلف ممالک میں 2 فیصد سے لے کر 60 فیصد بھی رہی ہے اور محض شرح سود کے فرق سے ایک کو جائز اور دوسرے کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔

کیا ربا کا اطلاق اس سود پر بھی ہوتا ہے جو بینک تجارتی اور پیداواری قرضوں پر وصول کرتے ہیں؟

جی ہاں! ربا کا اطلاق اس سود پر بھی ہوتا ہے جو بینک تجارتی اور پیداواری قرضوں پر وصول کرتے ہیں کیونکہ ربا یعنی سود سے مراد نہ تو کسی خاص قسم کا سود ہے جیسے سود مفرد یا سود مرکب اور نہ ہی اس کا اطلاق کسی مخصوص قسم کے قرض پر ہوتا ہے جیسے صرف صرفی قرضوں پر یا تجارتی و پیداواری قرضوں پر، بلکہ ربا کے احاطے میں ہر طرح کا سود آجاتا ہے اور ہر قسم کے قرض پر حاصل کیا جانے والا مشروط اور معین اضافہ "الربوا" ہی کہلائے گا خواہ یہ قرض کوئی فرد یا ادارہ یا بینک تجارتی اور پیداواری مقاصد کی خاطر ہی کیوں نہ جاری کرے۔ اس ضمن میں ہمارے دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ ربا کی حرمت کا حکم عام ہے یعنی اسے کسی خاص قرض یا کسی مخصوص نوع کے سود کے ساتھ مخصوص نہیں کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۔ اللہ نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام کیا ہے۔

(البقرۃ: ۸۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت مبارکہ میں لفظ 'الربوٰا' مفرد ہے جس پر الف لام استغراقی وارد ہوا ہے جو اس کے عام ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اصول سرخسی میں ہے کہ لفظ عام کی تقریباً سات قسمیں ہیں جن میں ایک قسم یہ ہے کہ وہ لفظ مفرد ہو اور اس پر الف لام استغراقی وارد ہوا ہو۔

هو اللفظ الذي يستغرق جميع ما يصلح له من الافراد

عام وہ لفظ ہے جو ان تمام افراد و اقسام کو شامل ہو جو اس کے مفہوم میں شامل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

(اصول سرخسی: جلد۱، صفحہ۱۲۵)

چنانچہ لفظ الربوٰا کے عام ہونے کے معنی یہی ہے کہ اس کا اطلاق صرف صرفی قرضوں پر نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ ہر قسم کے قرضوں پر محیط ہوگا۔

اصول سرخسی میں ہی ہے کہ وہ الفاظ بھی عام ہونے پر دلالت کرتے ہیں جن کے حقیقی معنی میں عموم و شمول موجود ہو جیسے کل، جميع، عامة، كافة وغیرہ۔ عام کی اس قسم کو سامنے رکھا جائے تو یہ قسم درج ذیل حدیث مبارکہ کے حوالے سے ہر نوع کے قرض پر ربا کا اطلاق کیے جانے پر دلالت کرتی ہے۔

قال رسول الله ﷺ كل قرض جر نفعا فهو ربا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر قرض جو نفع کھینچے وہ ربا ہے۔

(المطالب العاليه از ابن حجر: جلد ۱، صفحه ۴۱۱، رقم: ۱۳۷۳، طبع بيروت)

یہ حدیث پہلے بھی حوالہ کے ساتھ نقل کر دی گئی ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں لفظ 'کل' کی وسعتوں میں ہر قرض سما جاتا ہے خواہ وہ کسی بھی مقصد کے لیے لیا گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو کیونکہ جب سود کی حرمت اور اس کی تعریف متعین کرنے والی مذکورہ نصوص کے متن کے الفاظ عام ہیں اور ان عام الفاظ کے بعد کوئی فقرہ شرطیہ یا استثنائیہ موجود نہیں اور نہ ہی دیگر نصوص میں سے کوئی اس عام حکم میں تخصیص و استثنیٰ پیدا کرتی ہے تو پھر مذکورہ نصوص کے الفاظ کو عام میں ہی شامل کیا جائے گا۔ جس سے کسی مخصوص قرض کے استثنیٰ کی گنجائش خود بخود ختم ہو جاتی ہے اور اس کا اطلاق ہر اس قرضے پر ہوگا جس کے معاہدہ میں اصل رقم پر معینہ اضافہ کی شرط عائد ہو خواہ اس قرض کے مقاصد کچھ بھی ہوں۔

۲۔ غالباً معزز عدالت کی طرف سے یہ سوال پوچھنے کا سبب مروجہ نظام بینکاری کے حامیوں کا یہ پراپیگنڈا بھی ہے کہ اسلام نے اس سود کو حرام قرار دیا ہے جو ان قرضوں پر وصول کیا جاتا جنہیں مجبور لوگ اپنی صرفی ضروریات کے لیے لیتے تھے اور قرض خواہ پھر ان مظلوموں سے بھاری بھاری سود وصول کرتے تھے جبکہ تجارتی قرضوں کا تو اس زمانے میں رواج ہی نہیں تھا۔ مولانا امین حسن اصلاحی نے اس حوالے سے آیت مبارکہ ''وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ'' پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

''عربی زبان میں "ان" کا استعمال عام اور عادی حالات کے لیے نہیں ہوتا بلکہ بالعموم نادر اور شاذ حالات کے بیان کے لیے ہوتا ہے۔ عام حالات کے بیان کے لیے عربی میں "اذا" ہے۔ اس روشنی میں غور کیجیے تو آیت کے الفاظ سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر قرض دار ذو میسرہ (خوش حال) ہوتے تھے لیکن گاہ گاہ ایسی صورت بھی پیدا ہوتی تھی کہ قرضدار غریب ہو یا قرض لینے کے بعد غریب ہو گیا ہو تو اس کے ساتھ رعایت فرمائی۔''

(تدبر قرآن: جلد ۱: ۵۹۴، ۵۹۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے اسی مقام پر اپنے استاذ گرامی مولانا حمید الدین فراہی کی رائے بھی نقل کی ہے جس کا بیان خالی از فائدہ نہیں ہے:

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ،

يلوح من هذا الكلمات انهم كانوا ياخذون الربوٰ من ذى ميسرة و القريش كانت تجارا و اصحاب الربوٰ فلا ارىٰ فرقا بين حالهم و حال ابناء زماننا فى الربوٰ ،والله اعلم بالصواب

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ الایۃ کے الفاظ سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ اہل عرب خوش حالوں سے بھی سود لیتے تھے پھر قریش تاجر لوگ تھے اور سودی بیوپاران میں رائج تھا۔ اس وجہ سے اس معاملے میں ان کے اور ہمارے حالات کے درمیان کوئی خاص فرق مجھے درباب سود نظر نہیں آتا۔ واللہ اعلم بالصواب

(تدبر قرآن: جلد ۱: ۵۹۵)

۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ. وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ

اے ایمان والو! جب تم کسی سے مقررہ مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان کسی کاتب کو عدل کے ساتھ دستاویز لکھنی چاہیے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے لکھنا سکھایا ہو اس کو لکھنے سے انکار نہیں کرنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا

چاہیے اور جس شخص پر قرض ہو لکھوانا اسی کی ذمہ داری ہے اور اس کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جو اس کا رب ہے اور اس (قرض) سے کچھ کم نہ کرے۔

(البقرۃ: ۲۸۲)

یہ آیت جسے ''آیت دین'' بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک کی سب سے لمبی آیت ہے ہم نے اس کا ابتدائی حصہ نقل کیا ہے۔ اس آیت کے متن سے بھی یہ بات آشکار ہو رہی ہے کہ یہاں کسی مسکین یا محتاج کو ذاتی ضروریات کے لیے ادھار یا قرض دینے کی بات نہیں ہو رہی بلکہ بڑے بڑے مقاصد جیسے تجارتی و پیداواری اغراض کی خاطر قرض لینے دینے کی بات ہو رہی ہے کیونکہ یہاں اہتمام کے ساتھ معاہدہ قرض کو تحریر کرنے کی بات کی گئی ہے پھر اس تحریر پر گواہان بھی ضروری ہوں گے ورنہ یہ معتبر نہیں ہوگا۔ اس لیے اسی آیت مبارکہ میں اس طریق کار کو ثبوت بذریعہ گواہی کے لیے بھی درست قرار دیا گیا ہے۔

صاف ظاہر ہے یہ اہتمام ذاتی ضرورت کے لیے حاصل کیے گئے معمولی اور دست بدست ادھار کے حوالے سے موزوں نہیں ہے بلکہ یہ ان قرضوں کے لیے ہی مناسب ہوگا جو ایک خاص مدت کے لیے ایک معاہدہ کی صورت میں دیئے اور لیے جا رہے ہیں، جیسے کاروباری اور تجارتی مقاصد کے لیے دیئے اور لیے جانے والے قرضے۔ اس آیت مبارکہ میں قرض خواہ اور مقروض کو جو ہدایات دی گئی ہیں ان کا مقصد باہمی شکوک وشبہات کا ازالہ تھا۔ ہماری اس بات کی تائید حضرت ابن عباس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رضی اللہ عنہما سے مروی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے واضح فرمادیا کہ یہ آیت مبارکہ گندم کی بیع سلم کے متعلق نازل ہوئی ہے اور بیع سلم ادھار کی بیع ہے۔

امام ابن جریر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نزلت هذه الأية : يا ايها الذين أمنوا اذا تداينتم بدين الى اجل مسمى،في السلف في الحنطة في كيل معلوم الى اجل معلوم

یہ آیت گندم کی بیع سلم کے متعلق نازل ہوئی ہے (گندم کی قیمت کی پیشگی ادائیگی کردی جائے اور فصل کٹنے کے بعد گندم کو وصول کر لیا جائے) اس میں گندم کی مقدار بھی معلوم ہو اور اس کی مدت بھی معلوم ہونی چاہیے۔

(جامع البيان :جلد٣، صفحه ١٥٩)

۴۔ یہ آیت مبارکہ بھی ملاحظہ ہو جو ترکہ کی تقسیم کے متعلق ہے:

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ

پھر اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دین نکال کر۔

(النساء : ١٢)

اس میں یہ حکم دیا گیا کہ ترکہ میں سے وہ رقم الگ کرلی جائے جو بطور قرض مرحوم کے ذمہ تھی۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں مرنے والا کوئی محتاج اور مسکین نہیں بلکہ متمول ہے اور ترکہ چھوڑ کر فوت ہو رہا ہے۔ ایسے شخص سے یہ بات بعید ہے کہ اس نے یہ قرض کسی ذاتی ضرورت کے لیے یا احتیاج کی صورت میں لیا ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوی امکان یہی ہے کہ اس کا یہ قرض تجارتی یا کاروباری ہی ہوگا۔

۵۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے بھی ''وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا'' کے تحت صرفی اور تجارتی قرضوں کے ضمن میں فکر انگیز باتیں کی ہیں:

''یہاں ایک اور بات تحقیق طلب ہے کہ کیا اس وقت کے لوگ نجی ضروریات کے لیے ہی قرض لیا کرتے تھے یا کاروبار کرنے کے لیے بھی سودی قرض کا اس وقت عام رواج تھا؟ بعض لوگ جنہیں عرب کے حالات اور رسم ورواج کے تفصیلی مطالعہ کی فرصت نہیں ملی، وہ کہتے ہیں کہ اس وقت صرف ذاتی ضروریات کے لیے ہی قرض لیا جاتا تھا اور کاروبار کے لیے قرض لینے کا اس قدیم غیر متمدن معاشرہ میں کوئی تصور نہیں تھا لیکن اگر وہ دنیا کا نقشہ ملاحظہ فرمائیں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس وقت جبکہ نہر سویز نہیں کھدی تھی جبکہ بڑے بڑے بحری جہاز معرض وجود میں نہیں آئے تھے، مشرق ومغرب کی تجارت خشکی کے راستے سے ہوتی تھی اس وقت تجارتی کاروانوں کی راہ گزر جزیرہ عرب تھا۔ عرب کے لوگ عموماً اور اہل مکہ خصوصاً تجارت میں خوب حصہ لیتے تھے اور اس امر کا تذکرہ تو خود قرآن حکیم میں ہے کہ اہل مکہ کے تجارتی قافلے سردیوں میں یمن وفارس کی طرف اور گرمیوں میں شام وروم کی طرف باقاعدگی سے جاتے تھے اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا اور تاریخ اس پر اٹل شاہد ہے کہ جو قافلہ شام سے ابوسفیان کی قیادت میں مکہ واپس آ رہا تھا جس کا مسلمانوں نے مدینہ طیبہ سے نکل کر محاصرہ کرنے کا ارادہ کیا تھا اس میں تمام اہل مکہ کا سرمایہ تھا۔ مکہ میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس نے اس میں اپنا حصہ نہ ڈالا ہو اور حصہ ڈالنے کی دو مختلف شکلیں رائج تھیں یا تو سرمایہ دینے والا نفع میں شریک ہوتا تھا یا وہ اپنا مقررہ حصہ ٹھہرا لیا کرتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہ قرض لینے والے کو نفع ہو یا نقصان۔ ان تاریخی حقائق کی موجودگی میں یہ فرض کر لینا کب روا ہے کہ اس وقت کے اہل عرب کاروبار کے لیے سودی قرض نہیں لیا کرتے تھے۔ قرآن نے ہر ربا کو حرام کیا۔ کہیں آپ کاروباری سود لینے کی اجازت نہیں دکھا سکتے۔"

(ضیاء القرآن: جلد ا، صفحہ ۱۹۳)

جیسا کہ ہم نے واضح کر دیا کہ اصولی طور پر اسلام نے سود کے اطلاق کے حوالے سے صرفی اور پیداواری قرضوں میں کوئی فرق نہیں کیا اور نہ ہی پیداواری مقاصد کے لیے دیئے جانے والے قرضوں پر سود کو جائز قرار دیا ہے۔ آج تک پیداواری قرضوں کے فرق کی بنا پر سود کے جواز کے قائلین اپنے مؤقف کی تائید میں کوئی نص قرآنی تو درکنار صحیح الاسناد حدیث بھی نہیں پیش کر سکے جبکہ ہم نے بعض قرآنی آیات کی تشریح سے یہ واضح کر دیا ہے کہ سود کے اطلاق کے اعتبار سے کاروباری اغراض کے لیے دیئے جانے والے قرضوں کا استثنیٰ یا تخصیص، کتاب وسنت کے منضبط احکام سے میسر نہیں آتی ہے۔ ہم نے یہ بھی واضح کر دیا کہ زمانہ جاہلیت میں بھی صرفی ضروریات کے ساتھ تجارتی اور پیداواری ضروریات کے لیے بھی قرض کا لین دین رائج تھا اور ایسے قرضوں پر بھی سود لیا اور دیا جاتا تھا۔ اب ہم چند ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن سے یہ معاملہ بالکل بے غبار ہو جائے گا کہ زمانہ جاہلیت میں ہی نہیں بلکہ سود کی حرمت کا قطعی حکم آنے سے پہلے حضور ﷺ کے مکی اور مدنی دور میں نہ صرف تجارتی و پیداواری قرضوں کا رواج تھا بلکہ ان پر سود کا لین دین بھی ہوتا تھا۔ کئی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آیت ربا نزول کے اعتبار سے قرآن حکیم کی آخری آیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی یہ روایات حضرت عبداللہ ابن عباس ﷺ اور حضرت عمر فاروق ﷺ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام ﷺ سے مروی ہیں۔ خود حضور ﷺ نے خطبہء حجۃ الوداع کے دوران اسقاط سود کا حکم جاری فرمایا اور اپنے چچا حضرت عباس ﷺ کے سود کو ساقط قرار دیا۔

قدیم مفسر امام ابن جریر طبری نے ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ'' کے شان نزول کے حوالے سے یہ روایات نقل کی ہیں۔ ان روایات کو بعد میں آنے والے مفسرین نے بھی نقل کیا ہے جن میں صاحب تفسیر درمنثور، صاحب تفسیر مظہری، صاحب تفسیر روح البیان جیسے عظیم المرتبت مفسرین شامل ہیں۔ حضرت ضحاک بن مزاحم تابعی فرماتے ہیں:

كان ربا يتباعيون به في الجاهلية فلما اسلموا امروا ان يأخذوا رؤوس اموالهم	جاہلیت کے دور میں لوگ سودی کاروبار کرتے تھے۔ جب یہ لوگ مسلمان ہوگئے تو ان کو حکم دیا گیا کہ صرف اصل رقم ہی وصول کرو۔

(تفسیر ابن جریر: جلد۳: ص۱۴۷)

انہوں نے ''وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰٓوا'' کا شان نزول بیان کرتے ہوئے امام سدی کے حوالہ سے لکھا ہے:

نزلت هذا الأية في العباس بن عبد المطلب و رجل من بني المغيرة كانا شريكين في الجاهلية سلفا في الربا الى	یہ آیت حضرت عباس ﷺ اور بنو مغیرہ کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو زمانہ جاہلیت میں کاروبار میں شریک تھے۔ انہوں نے بنو ثقیف قبیلے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اناس من ثقیف من بنی عمر و بن عمیر فجاء الاسلام و لھم اموال عظیمة فی الربا فانزل اللہ و ذروا مابقی من الربا.	ایک شاخ بنوعمرو کو سودی قرض پر اپنے اموال دے رکھے تھے۔ جب اسلام کا دور آیا (اور سود حرام کر دیا گیا) تو ان کا بہت سامال سود میں لگا ہوا تھا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ چھوڑ دو جو بھی بقایا ہے سود میں سے۔

(تفسیر ابن جریر :جلد ٣: ص ١٤٦)

اس روایت میں دو تاجروں کے اس سودی قرضے کا ذکر ہے جو انہوں نے بنوعمرو قبیلے کو دے رکھا تھا اور یہ زیادہ مال تھا جو بنوعمرو کے ذمے بقایا تھا۔

امام ابن جریر نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ بنوعمرو بھی بنومغیرہ کو سودی قرضے دیا کرتے تھے۔

وکانت بنو عمر و بن عمیر بن عوف یاخذون الربا من بنی المغیرة وکانت بنو المغیرة یربون لھم فی الجاھلیة فجاء اسلام و لھم علیھم مال کثیر فاتاھم بنو عمر و یطلبون رباھم فابی بنو المغیرہ ان یعطوھم فی الاسلام	دور جاہلیت میں بنوعمرو اور بنومغیرہ کے درمیان سودی قرضوں کا لین دین تھا۔ جب اسلام کا دور آیا تو بنوعمرو کا بنومغیرہ پر بہت سامال واجب الادا تھا، چنانچہ بنوعمرو بنومغیرہ کے پاس آئے اوران سے سود کا بقایا طلب کیا۔ بنومغیرہ نے اسلام کے دور میں سود دینے سے انکار کر دیا (دونوں قبیلے مسلمان ہو گئے تھے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و رفعوا ذالک الی عتاب بن اسید فکتب عتاب الی رسول الله ﷺ فانزل الله یاایها الذین امنوا اتقوا الله و ذروا مابقی من الربوا الی قوله و لا تظلمون فکتب رسول الله ﷺ الی عتاب و قال ان رضوا و الا فاذنهم بحرب

وہ مقدمہ حضرت عتاب بن اسید کے پاس لے گئے، حضرت عتاب نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں خط لکھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا خوف کرو اور جو بھی بقایا ہے سود کا اسے چھوڑ دو۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت لکھ کر عتاب کو بھجوا دی اور ساتھ یہ بھی لکھا کہ اگر یہ لوگ چھوڑنے پر راضی ہوں تو بہت اچھا ورنہ ان لوگوں کو جنگ کا الٹی میٹم دے دو۔

(تفسیر ابن جریر :جلد ۳: ص ۱۴۷)

امام ابن جریر طبری نے یہاں عکرمہ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے:

کانوا یأخذون الربا علی بنی المغیرة یزعمون أنهم مسعود و عبد یالیل وحبیب و ربیعة بنو عمرو بن عمیر ، فهم الذین کان لهم الربا علی بنی المغیرة ، فأسلم عبد یالیل و حبیب وربیعة و هلال و مسعود

وہ یہ گمان کرتے تھے کہ مسعود، عبد یالیل، حبیب اور ربیعہ بنی عمرو بن عمیر، بنو مغیرہ کی ذمہ داری پر سود لیتے تھے پس یہ وہ لوگ تھے جن کا بنی مغیرہ پر سود ہوتا تھا پھر عبد یالیل، حبیب، ربیعہ، ھلال اور مسعود نے اسلام قبول کر لیا۔

(جامع البیان :جلد ۳: ص ۱۴۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی روایت میں واضح طور پر مذکور ہے کہ سود کی حرمت کا قطعی حکم آنے سے پہلے لوگ سودی کاروبار کرتے تھے اور یہاں سودی کاروبار سے مراد تجارتی قرضوں پر سود کا لین دین ہی ہے۔

مؤخر الذکر تینوں روایات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کے مابین قرضوں کا لین دین تجارتی نوعیت کا تھا کیونکہ صرفی قرضوں میں باہم تبادلہ ممکن نہیں ہوتا اور ایک دوسرے کے ذمے مال کثیر ہونا یہی دلالت کرتا ہے کہ یہ قرضے تجارتی مقاصد کے لیے حاصل کیے گئے تھے ورنہ ذاتی ضروریات کے لیے بڑے قرضے حاصل کرنے کی کوئی تک نہیں بنتی۔ پھر قرضوں کے اس لین دین میں جن شخصیات کے نام لیے گئے ہیں وہ بنو ثقیف اور طائف کے سرداروں میں سے ہیں جن کے بارے میں یہ گمان کرنا ہی محال ہے کہ وہ ذاتی ضروریات کے لیے قرض لیتے تھے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ابتداً وفاقی شرعی عدالت 1991ء میں اور بعد میں شریعت اپیلٹ بنچ 1999 میں ٹھوس دلائل سامنے آنے پر یہ فیصلہ دے چکے ہیں کہ سود کے اطلاق کے حوالے سے صرفی اور پیداواری قرضوں میں فرق کرنا درست نہیں ہے اور یہ کہ بینکوں کی طرف سے پیداواری اور تجارتی مقاصد کے لیے دیے جانے والے قرضوں پر حاصل ہونے والے سود پر "الربو" کا اطلاق ہوتا ہے اور ہم دونوں معزز عدالتوں کی طرف سے کیے گئے فیصلوں کے ان اجزا سے مکمل موافقت اختیار کرتے ہیں۔ شریعت اپیلینٹ بنچ کے فیصلے کے یہ اجزاء PLD کے مندرجہ ذیل صفحات پر درج ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1. Judgement of justice Khalil Ur Rehman PLD page No. 127 to 140(Publisher: Shariah Academy International Islamic University, Islamabad)

2. Judgement of Justice Mufti Muhammad Taqi Usmani Sb PLD page No. 667 to 681 (Publisher: Malik Muhammad Saeed PakistanEducational press,Lahore.)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: ''قرض'' کی کیا تعریف ہے؟'' قرض'' اور'' ادھار'' (loan) ہم معنی اصطلاحات ہیں؟ قرآن مجید میں ''قرض'' کا لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے؟

جواب: قرآن حکیم میں قرض، قرض حسنہ اور دین کی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں ، دین اور قرض قریب المعنی اصطلاحات ہیں جبکہ قرض حسنہ کو صدقات کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اور یہ عبادت کے مفہوم میں سے ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا:

مَنْ ذَاالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ	کوئی ہے کہ اللہ کو قرض حسنہ دے کہ وہ اس کو کئی حصے زیادہ دے گا اور اللہ روزی کو تنگ کرتا ہے اور (وہی اسے) کشادہ کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

(البقرة: ۲۴۵)

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ	کون ہے جو اللہ کو (نیت) نیک (خلوص سے) قرض دے پھر اللہ اسے اس کے لیے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے لیے پسندیدہ اجر ثابت ہو جائے۔

(الحدید: ۱۱)

ادھار کے آگے بین القوسین، Loan لکھنے سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ادھار، لفظ Laon کا اردو ترجمہ ہے جبکہ اصل صورتحال ہے کہ یہ انگریزی اصطلاح Credit کا ترجمہ ہے جبکہ بنکوں اور مالیاتی اداروں میں لفظ Loan صرف قرض یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لفظ ادھار، نقد کا متضاد ہے جو قرض کی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے اور یہ بالعموم بیع اور تجارت میں رائج ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ فلاں نے فلاں شئی نقد خریدی یعنی فوری قیمت ادا کر کے خریدی۔ اس کے برعکس اگر کوئی کسی شئے کی خریداری کے لیے فوری قیمت ادا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور ادائیگی کے لیے مہلت کا طلبگار ہو تو اسے ادھار کہا جاتا ہے جو مقررہ مدت کے بعد واجب الادا ہوتا ہے البتہ ادھار عاریت کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ نقد اور ادھار خرید و فروخت کی صورت میں کسی بھی شئے کی قیمت میں فرق کرنا اور ادھار کی صورت میں زیادہ قیمت وصول کرنا ہی ربا کہلاتا ہے جبکہ بینک اور مالیاتی ادارے اشیاء کی بیع کا کام نہیں کرتے بلکہ وہ تجارتی کاروبار اور پیداواری اغراض کے لیے قرض دیتے ہیں جسے شرعی اصطلاح میں بالعموم "دین" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

علامہ شامیؒ دَین کی تعریف یوں کرتے ہیں:

الدین :ما وجب فی الذمة بعقد أو استهلاک ،وما صار فی ذمته دیناًباستقراضه فهو أعم من القرض	جو چیز کسی عقد یا کسی چیز کے ضائع و ہلاک کرنے سے کسی کے ذمہ واجب ہوگئی یا کسی چیز کو قرض (ادھار) لینے کی وجہ سے کسی کے ذمہ لازم ہوگئی ہو وہ "دین" ہے۔ دین قرض سے عام ہے اس میں مدت کا مقرر کرنا واجب ہے۔

(رد المحتار علی الدر المختار ، جلد۷، کتاب البیوع ،ص ۴۰۰)

اس کے برعکس امام ابن عابدین شامی قرض میں مدت کے تعین کو لازم نہیں سمجھتے البتہ جائز سمجھتے ہیں جبکہ صاحب ہدایہ نہ تو مدت کا تعین لازم سمجھتے ہیں اور نہ ہی وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ دونوں جید فقہا کا قرض میں مدت کے تعین کو لازم نہ سمجھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک قرض سے مراد چیزوں کا عاریۃً لین دین ہے کیونکہ چیزوں کے عاریۃً لین دین میں مدت کا تعین کرنا لازم نہیں ہوتا۔

أنه يصح تاجيله مع كونه غير لازم فللمقرض الرجوع عنه، لكن قال في الهداية : فان تاجيله لايصح	اور قرض میں مدت کا تعین کرنا لازم نہیں ہے، یعنی اگر قرض میں مدت کا تعین کر دیا جائے تو وہ غیر لازم ہونے کے باوجود صحیح ہے اور قرض دینے والا مدت کا تعین کرنے کے بعد اس سے رجوع کر سکتا ہے، لیکن ھدایہ میں یہ کہا ہے کہ قرض میں مدت کا تعین کرنا صحیح نہیں ہے۔

(ردالمحتار على الدرالمختار ،كتاب البيوع، جلد ٧، ص ٤٠٢)

اسی مؤقف کی تائید علامہ علاء الدین حصکفیؒ نے کی ہے:

(في درالمختار)(هو) لغة : ماتعطيه لتتقاضاه، وشرعاً: ماتعطيه من مثلي لتتقاضاه،(في ردالمحتار)في مثلي كالمكيل والموزون والمعدود ان المثلي ما لا تتفاوت آحاده: اى ،تفاوتاً مختلف به القيمة	(درالمختار میں) لغت میں قرض کا معنی ہے جس کو تقاضہ کرنے کے لیے دیا جائے اور شرع میں اس کا معنی ہے جو مثلی چیز تقاضا کرنے کے لیے دی جائے۔ (ردالمحتار میں) مثلی سے مراد وہ مکیل موزون یا معدود چیز ہے جس کی مثل میں ایسا فرق نہ ہو جس سے (دی گئی اور واپس لی گئی) اشیاء کی قیمت مختلف ہو جائے۔

(رد المحتار على الدرالمختار ، جلد ٧، كتاب البيوع: ٤٠٦، ٤٠٧)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماری دانست میں شرعاً معمول کے چھوٹا موٹا لین دین خواہ یہ انتقال نقدی کی صورت میں ہو یا دیگر بدل پذیر اشیائے صرف کے تبادلے کی صورت میں ہو، اسے قرض سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ بالعموم نقد رقم یا اشیاء کے عاریۃً لین دین پر منطبق ہوتا ہے جبکہ تجارتی و پیداواری مقاصد کے لیے حاصل کیے جانے والے قرضوں کو بالعموم ''دین'' سے تعبیر کیا جاتا ہے جس میں فقہا نے مدت کا مقرر کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ آیت دین میں جن معاملات کو تحریر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے وہ اصلاً کاروباری قرضوں ہی سے متعلق ہے کیونکہ یہ آیت بیع سلم کے متعلق نازل ہوئی اور بیع سلم ادھار پر خرید و فروخت سے متعلق ہے۔ اس آیت مبارکہ میں ''اجل مسمی'' کے الفاظ بھی دلالت کرتے ہیں کہ ''دین'' ایسا قرض ہے جس میں مدت مقرر کی جاتی ہے۔ جبکہ لفظ ادھار کا اطلاق دونوں صورتوں میں ہوگا خواہ یہ قرض ہو یا دین کیونکہ دونوں صورتوں میں مال (نقد زر) یا اشیاء کا عاریۃً یا تجارتی کاروباری مقاصد کے لیے واپسی کی مدت مقرر کر کے یا مقرر کیے بغیر لین دین ہو رہا ہے۔ قرض ہو یا دین، دونوں صورتوں میں راس المال پر کسی بھی صورت میں اضافہ لینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

AAOIFI نے اپنے Standards میں ادھار کی تعریف یوں کی ہے:

''کسی بدل پذیر شئے کی ملکیت ایک ایسے شخص کو منتقل کرنا جو اسی نوع کا مال واپس کرنے کا پابند ہو'' یہ انتقال نقدی کی صورت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بھی ہو سکتا ہے اور دیگر بدل پذیر اشیائے صرف بھی ادھار کا مواد ہو سکتی ہیں۔ قرض، دین اور ادھار کی یہ تعریفات سامنے آنے پر یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ان میں جوہری اعتبار سے کوئی فرق نہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ادھار لین دین کے مختلف مقاصد کے پیش نظر کسی کو قرض کہہ دیا جاتا ہے اور کسی کو ''دین'' لیکن دونوں کی واپسی لازم ہے اور دونوں میں ادھار کی اصل رقم پر اضافہ لینا ربا ہے جو کہ حرام ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: کیا "بیع" یا "فروخت" جسے قرآن مجید میں جائز قرار دیا گیا ہے، کی کسی قسم کی مماثلت، منافع کی بنیاد پر قائم موجودہ بینکاری لین دین سے قائم کی جاسکتی ہے؟ کیا یہ لین دین "بیع" کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں؟

جواب: مروجہ نظام کے تحت بینکوں کا کام یہ ہے کہ وہ مختلف ذرائع سے دولت کو قرض (ادھار) پر حاصل کریں، اسے جمع کریں، دوسروں کو قرض دیں اور اپنے مالی ذخائر میں اضافہ کریں۔ اس طرح ان کی حیثیت رقوم جمع کرانے والوں اور اسے حقیقی طور پر استعمال کرنے والوں کے درمیان ایک مالیاتی عامل یا وسیلے (financial Intermediary) کی سی ہے۔ سرمایہ فراہم کرنے اور اسے خرچ کرنے والوں کے ساتھ بینکوں کے معاہدے درحقیقت ادھار لینے اور ادھار دینے کی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اشیاء کی فروخت یا تجارت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس کا قرآن میں حکم دیا گیا ہے۔ مزید براں، بینکنگ کمپنیز آرڈیننس بھی اس کی اجازت نہیں دیتا کہ بینک اشیاء کے کاروبار میں حصہ لیں۔ البتہ بعض اسلامی بینکوں کی طرف سے بیع سلم اور مرابحہ کو منافع کے لین دین کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ ان کی تفصیلات سوال نمبر ۱۰ کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: ''ربا الفضل'' کسے کہتے ہیں؟ موجودہ بینکاری لین دین میں اس کے قابل اطلاق ہونے کی وضاحت کریں۔

جواب: ربا النسیئہ ادھار پر سود کی صورت ہے جس کی حرمت کا صریح حکم قرآن حکیم میں وارد ہوا ہے۔ اس کے برعکس ربا الفضل کو ربا النقد بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی حرمت اور ممانعت کا حکم احادیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے۔ ربا الفضل اس زیادتی کو کہتے ہیں جو ایک ہی جنس کی دو اشیاء کے دست بدست لین دین میں ہو۔ ربا الفضل کو ربا حکمی بھی کہا جاتا ہے کہ اس پر ربا کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ اسے ربا خفی بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ ربا النسیئہ کی طرح کھلا سود نہیں ہے بلکہ کھلے سود کا ذریعہ اور چور دروازہ ہے۔ احادیث صحیحہ سے اس کی حرمت ثابت ہے اور یہ حرمت سدذریعہ کے طور پر ہے۔ خود حضور ﷺ نے ربا الفضل کی حرمت کی یہی حکمت بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لاتاخذ وا الدینار بالدینارین ،ولاالدرھم بالدرھمین ،ولا الصاع بالصاعین ،انی اخاف علیکم الربا	ایک دینار کو دو دینار کے عوض اور ایک درہم کو دو درہموں کے عوض اور ایک صاع کو دو صاعوں کے عوض فروخت نہ کرو، مجھے خوف ہے کہ کہیں تم سود خوری میں متبلا نہ ہو جاؤ۔

(کنز العمال :جلد ۴:ص ۱۱۷)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

الربا نوعان نوع حرم لما فيه من المفسدة و هو ربا النسيئة ، و نوع حرم تحريم الوسائل ، و سداً للذرائع	ربا کی دو قسمیں ہیں ایک ربا النسیئہ جو ذاتی خرابی کی وجہ سے حرام کیا گیا ہے اور دوسری وہ قسم ہے جو اس لئے حرام کی گئی کہ یہ ربا النسیئہ کا ذریعہ نہ بن سکے۔

(اعلام الموقعين :جلد ۳: ص ۱۳۴)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایک جنس کی دو اشیاء کی آپس میں بیع یا تبادلہ کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جبکہ اتحاد جنس کے باوجود ان کی نوعیتیں مختلف ہوں مثلاً چاول، گندم یا سونے کی ایک قسم کی بیع یا تبادلہ دوسری قسم سے ہو اور اس صورت میں دونوں اقسام کے معیار میں فرق کو جانچنے کی صلاحیت رکھنے والا فریق دوسرے کم علم فریق کی ناواقفیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس تبادلے یا بیع سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔ اس صورتحال کے ازالہ کے لیے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حضور ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے:

جاء بلال بتمر برنی ،فقال له رسول الله ﷺ : من اين هذا ؟فقال بلال:تمر كان عندنا ردی ،فبعت منه صاعين بصاع لمطعم النبی ﷺ ،فقال رسول الله ،عند ذلک :"اوه ! عين	ایک دفعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں برنی کھجوریں لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کہاں سے لائے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس گھٹیا قسم کی کھجور تھی میں نے وہ دو صاع دے کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الربا ،لا تفعل ،ولكن اذا أردت ان تشترى التمر فبعه ببيع أخر ،ثم اشتر به،لم يذكر ابن سهل فى حديثه : عند ذلك ''

ایک صاع خرید لی تو آپ ﷺ نے تعجب کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ قطعی سود، ایسا ہرگز نہ کیا کرو اور تمہیں اچھی کھجوریں خریدنی ہوں تو اپنی کھجوریں درہم یا کسی اور چیز کے عوض بیچ دو پھر اس کی قیمت سے اچھی کھجور خرید لو۔

(صحیح مسلم ، کتاب البیوع ،باب بیع الطعام،رقم: ۴۰۸۳)

ایک اور حدیث شریف ملاحظہ ہو:

عن ابى سعيد الخدرى قال قال رسول الله ﷺ: الذهب بالذهب والفضة بالفضة و التمر بالتمر والبر بالبر و الشعير بالشعير والملح بالملح مثلاً بمثل يدا بيد فمن زاد او استزار فقد اربى الاخذ والمعطى فيه سواء

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سونا سونے کے بدلے میں، چاندی چاندی کے بدلے میں ،کھجور کھجور کے بدلے میں، گندم گندم کے بدلے میں، جو جو کے بدلے میں اور نمک نمک کے بدلے میں بیچے جا سکتے ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ برابر برابر ہو اور دست بدست ہوں جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو اس نے سود کا لین دین کیا۔ لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں۔

(صحیح مسلم ،کتاب المساقاة ،باب الصرف ،رقم: ۴۰۶۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان روایات سے چند امور بالکل واضح ہو گئے:

۱۔ حضور ﷺ نے چھ ہم جنس اشیاء کے باہمی تبادلے یا بیع کی اجازت کے لیے پہلی شرط یہ رکھی کہ دونوں برابر برابر ہوں یعنی یہ برابری Quantity (مقدار) میں ہو۔

۲۔ اگر ایک ہی جنس کی مختلف اقسام کا مقدار اُبرابری کی بنیاد پر تبادلہ / بیع ایک فریق کو فائدہ دے تو یہ سود ہے جس سے بچنے کا طریقہ حضور ﷺ یہ بتایا کہ ایک فریق پہلے اپنی گھٹیا قسم بازار میں فروخت کرے اور پھر حاصل کردہ رقم سے بڑھیا قسم کی خریداری کرے۔

۳۔ اس بیع اور تبادلے کی دوسری شرط یہ رکھی گئی ہے کہ یہ بیع / تبادلہ دست بدست یعنی نقد ہو۔ اگر اس میں ادھار کا عنصر شامل ہو گیا ہو تو یہ ربا ہو گا خواہ ایک فریق کی طرف سے تبادلہ / بیع میں دی جانے والی شئے کی مؤخر ادائیگی کی صورت میں مقدار اُبرابری ہی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک فریق آج دوسرے فریق کو 10 کلو گندم فروخت کرتا ہے اور اس کے بدلے چھ ماہ بعد دوسرے فریق سے 10 کلو ہی گندم حاصل کرتا ہے تو عین ممکن ہے کہ چھ ماہ قبل گندم کی قیمت 5 روپے فی کلو ہو اور چھ ماہ بعد اس کی قیمت 6 روپے کلو ہو جائے اور یوں پہلے فریق کو 10 روپے کا فائدہ حاصل ہو جائے اور یہی ربا الفضل ہے۔

۴۔ مختلف اجناس کے باہمی تبادلے یا بیع کی صورت میں اضافہ حاصل کرنا جائز ہے لیکن اس پر بھی شرط یہی ہے کہ یہ تبادلہ اور بیع بھی دست بدست ہو۔ ادھار نہ ہو کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاذا اختلفت هذا الاصناف ،فبيعوا كيف شئتم، اذا كان يداً بيداً	جب چیزوں کی اجناس مختلف ہوں تو جس طرح چاہو بیچو ،بشرطیکہ معاملہ دست بدست ہو۔

(صحیح مسلم ،کتاب المساقاة ،باب الصرف ،رقم:۴۰۶۳)

۵۔ جمہور فقہا نے حدیث شریف میں بیان کردہ چھ اشیاء پر قیاس کرتے ہوئے تمام ہم جنس اشیاء کی بیع/تبادلہ کو شامل کیا ہے خواہ وہ اجناس ثمن سے ہوں یا مطعومات میں سے،لیکن وہ ماپ اور وزن سے بکتی ہوں۔بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ تعداد سے بکتی ہوں۔جیسے 50اخروٹ،12 کیلے یا24 سیب وغیرہ،البتہ علمائے ظواہر چونکہ قیاس کے قائل نہیں اس لیے وہ دیگر اشیاء کو شامل نہیں کرتے اور ان کے نزدیک حدیث شریف میں بیان کردہ چھ اشیاء یعنی سونا،چاندی،گندم،جو،کھجور اور نمک کے علاوہ دیگر اشیاء میں کمی وزیادتی کے ساتھ بیع حرام نہیں ہے۔موجودہ بینکاری کا پورا نظام چونکہ ادھار کی بنیاد پر ہے اور ربا الفضل نقد کا سود ہے جو ہم جنس اشیاء کے تبادلے یا بیع کی صورت میں حاصل ہوتا ہے یا مختلف نوع کی اجناس کے ادھار تبادلے یا بیع کی صورت میں حاصل ہوتا ہے جبکہ مروجہ بینکاری میں اجناس یا اشیاء کی بیوع یا تبادلے کا کام نہیں ہوتا لہذا ربا الفضل کا اطلاق موجودہ بینکاری لین دین پر نہیں ہوسکتا کیونکہ ربا الفضل کا اطلاق اصلاً بیوع پر ہوتا ہے نہ کہ قرضوں پر،اور قرضوں پر ربا النسیئہ یا ربا القرآن کا ہی اطلاق ہوگا۔

یہاں ہم ربا الفضل کی اس تعریف ،جسے ربا کے معاملے میں عدالت عظمیٰ کے تاریخی فیصلے کی روشنی میں وضع کیا گیا،میں بہتری کے لیے ایک ترمیم تجویز کرنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیں گے۔ معزز عدالت نے ربا کی ابتدائی صورت، یعنی قرض اور لین دین کا سود، واضح کرنے کے بعد ربا کی مزید شکلوں کا ذکر کیا ہے۔

1. A transaction of money for money of the same denomination where the quality on both sides is not equal, either in a spot transaction or in a transaction based on deferred payment.

2. A barter transaction between two weighable or measureable commodities of the same kind, where the quantity on both sides is not equal, or where the delivery from any side is deferred.

3. A barter transaction between two different weighable or measureable commodities where delivery from one side is deferred.

یعنی:

۱۔ ایک ہی نوع کی کرنسی کا باہمی تبادلہ جبکہ اس کی ''قدر'' دونوں جانب برابر نہ ہو، چاہے یہ لین دین موقع پر ہو یا مؤخر ادائیگی کی بنیاد پر۔

۲۔ ایک ہی نوع کی دو قابل وزن / قابل پیمائش اشیاء کا ''مال کے بدلے مال'' (بارٹر) کی بنیاد پر باہمی لین دین، جبکہ دونوں جانب سے مقدار برابر نہ ہو یا کسی ایک فریق کی طرف سے مال کی حوالگی مؤخر کر دی گئی ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ دومختلف انواع کی قابل وزن / قابل پیمائش اشیاء کا بارٹر کی بنیاد پر باہمی لین دین، جبکہ کسی ایک فریق کی جانب سے مال کی حوالگی مؤخر کردی گئی ہو۔

ہماری رائے یہ ہے کہ مذکورہ بالا نکتہ (۱) میں لفظ quality (قدر) کو quantity (مقدار یا رقم) سے تبدیل کر دینا چاہیے، کیونکہ یکساں نوع کی حامل اکائیوں کے تبادلے کی صورت میں اسلامی قانون کا تقاضا یہ ہے کہ قدر کی بجائے دونوں جانب مقدار برابر ہونی چاہیے۔ لہذا اگر دس روپے کے نوٹ کا سودا بارہ روپے میں کیا جائے گا تو یہ تبادلہ ربا کے زمرے میں آئے گا۔

اس فہرست میں چوتھی قسم یہ بھی ہوسکتی ہے کہ: ''کسی رقم کی مختلف نوع کی حامل مالیتی اکائیوں کا باہمی تبادلہ جبکہ کسی ایک فریق کی جانب سے رقم کی فراہمی مؤخر کردی گئی ہو۔'' ربا کی یہ بہت اہم اور رائج قسم ہے جسے فیصلے میں کوئی جگہ نہیں دی گئی۔ مذکورہ فیصلے میں اسے چوتھی صورت کے طور پر شامل کیا جانا چاہیے۔ اگر ڈالر کا تبادلہ روپے سے کرنا مقصود ہو تو اسلامی قانون کی رو سے لازم ہے کہ یہ لین دین دست بدست ہونا چاہیے۔ کسی ایک فریق کی جانب سے مؤخر ادائیگی کی صورت میں ربا وجود میں آئے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال 5: ربا کی حرمت کی علت کیا ہے؟ اور قرآن وسنت اور مختلف مکاتب فکر کے علماء کی رائے میں اس کے اخلاقی اور قانونی مضمرات کیا ہیں؟ کیا " الحکم یدور مع العلة وجوباً و عدماً" کے فقہی قاعدہ کا اطلاق ربا کے مسئلے پر بھی ہوسکتا ہے؟

جواب : ربا النسیئہ کی حرمت کا حکم قرآن حکیم میں وارد ہوا ہے اور اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام علل واغراض سے پاک اور مبرّا ہیں۔ یوں بھی علت کی تلاش اس وقت کی جاتی ہے جب کسی صریح شرعی حکم پر قیاس کر کے کسی مسئلہ پر اس حکم کا اطلاق علت کے اشتراک کے باعث کیا جاتا ہے جبکہ ربا النسیئہ کی حرمت کا حکم تو نصوص صریحہ سے ثابت ہے۔ لہذا فقہی قاعدہ الحکم یدو رمع العلة وجوباًوعدماً کا اطلاق ربا کے مسئلہ پر نہیں ہوسکتا۔ البتہ اللہ رب العزت کے احکام کی حکمتیں ہوتی ہیں جنہیں علماء نے بیان کیا ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ نے سود کی حرمت کی پانچ وجوہ کا تذکرہ کیا ہے:

الربا یقتضی اخذ مال الانسان من غیر عوض ، لان من یبیع الدرهم بالدرهمین نقداًاو نسیئة فیحصل له زیادة درهم من غیر عوض ، و مال الانسان متعلق حاجته و له حرمة عظیمة ، قال ﷺ:حرمة مال الانسان کحرمة دمه	سود کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ آدمی عوض کے بغیر مال حاصل کرلے کیونکہ جو ایک درہم کو دو درہم کے عوض نقد یا ادھار فروخت کرتا ہے وہ بلا عوض ایک درہم زائد حاصل کر رہا ہے اور انسان کے مال کی بڑی ضرورت وحرمت ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: انسان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوجب ان يكون اخذ ماله من غير محرماً.

لہذا ضروری ہے کہ کسی کا مال بغیر عوض لینا حرام ہو۔

فان قيل: لم لا يجوز ان يكون لبقاء رأس المال في يده مدة عوضاً عن الدرهم الزائد وذلك لان رأس المال لو بقي في يده هذه المدة لكان يمكن المالك أن يتجر فيه و يستفيد بسبب تلك التجارة ربحاً فلما تركه في يد المديون و انتفع به المديون لم يبعد ان يدفع الى رب المال ذلك الدرهم الزائد عوضاً عن انتفاعه بماله،

سوال: یہ کیوں جائز نہیں کہ اصل رقم اس آدمی کے پاس زائد درہم کے عوض طویل مدت تک رہے اس لیے کہ اصل رقم اگر مالک کے پاس طویل مدت رہتی تو وہ اس سے تجارت کرتا اور تجارت کی وجہ سے نفع پاتا جب اس نے یہ رقم مقروض کو دی اور وہ اس سے نفع حاصل کرتا ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں کہ وہ اس نفع اٹھانے کے عوض مالک کو زائد درہم دے۔

قلنا: ان هذا الانتفاع الذي ذكرتم امر موهوم قد يحصل و قد لا يحصل، واخذ الدرهم الزائد امر متيقن، فتفويت المتيقن لاجل الامر الموهوم لا ينفك عن نوع ضرر و

جواب: جس نفع کا تم نے ذکر کیا یہ موہوم ومشکوک نفع ہے، کبھی حاصل ہوتا ہے اور کبھی حاصل نہیں ہوتا لیکن زائد درہم لینا یقینی ہے تو امر موہوم کی وجہ سے یقینی کو فوت کرنا نقصان سے خالی نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثانيها: قال بعضهم : الله تعالىٰ انما حرم الربا من حيث انه يمنع الناس عن الاشتغال بالمكاسب ، و ذلك لان صاحب الدرهم اذا تمكن بواسطة عقد الربا من حيث تحصيل الدرهم الزائد نقداً كان او نسيئة خف عليه اكتساب وجه المعيشة ، فلا يكاد يتحمل مشقة الكسب والتجارة و الصناعات الشاقة، وذلك يفضي الى انقطاع منافع الخلق ، ومن المعلوم ان مصالح العالم لا تنتظم الا بالتجارات وا لحرف والصناعات والعمارات

دوسری وجہ: بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سود سے اس لیے منع کیا کہ یہ لوگوں کو کام سے روکتا ہے اس لیے کہ جب درہم کا مالک معاملہ سود کے تحت اس پر زائد درہم نقد یا ادھار لے سکتا ہے تو اس پر معیشت و کاروبار ہلکا ہو جائے گا وہ کاروبار، تجارت اور دیگر صنعتوں کی مشقت نہیں اٹھائے گا اس سے منافع مخلوق کا انقطاع ہو جائے گا ۔ حالانکہ مخلوق و عالم کے مصالح ، تجارتوں ،صنعتوں ،تعمیر اور حرفتوں سے ہی وابستہ ہیں ۔

ثالثها: قيل : السبب في تحريم عقد الربا ، انه يفضي الى انقطاع المعروف بين الناس من القرض ، لان الربا اذا طابت النفوس بقرض الدرهم واسترجاع مثله، ولو حل الربا لكانت حاجة المحتاج تحمله على اخذ الدرهم بدرهمين فيفضي ذلك الى انقطاع المواساة والمعروف والاحسان

تیسری وجہ: حرمت سود کی وجہ یہ بھی ہے کہ سود لوگوں کے درمیان قرض حسنہ سے پیدا ہونے والی نیکی کو ختم کرتا ہے کیونکہ سود درہم دے کر اس کے مثل اضافہ پر خوش ہونا ہے ۔اگر سود حلال ہوتا تو محتاج اپنی حاجت کو دور کرنے کے لیے دو دراہم کے عوض ایک درہم قرض لیتا تو اس طرح غمخواری ،محبت اور احسان لوگوں میں ختم ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورابعها :هو ان الغالب ان المقرض يكون غنياًوالمستقرض يكون فقيراً، فالقول بتجويز عقد الربا تمكين للغني من ان ياخذ من الفقير الضعيف مالازائداً، وذلک غير جائز برحمة الرحيم

چوتھی وجہ : غالباً قرض دینے والا امیر اور لینے والا غریب ہوتا ہے اور سودی معاملہ کا جواز امیر کو قادر کر دیتا کہ وہ کمزور سے زائد مال وصول کرے اور یہ رحمت رحیم میں جائز نہیں۔

و خامسها :ان حرمة الربا قد ثبتت بالنص ، ولا يجب ان يكون حكم جميع التكاليف معلومة للخلق،فوجب القطع بحرمة عقد الربا ، ان كنا لانعلم الوجه فيه

پانچویں وجہ :حرمت ربا نص سے ثابت ہے اور تمام احکام وتکالیف کی حکمت کا مخلوق کے لیے جاننا ضروری نہیں ہے ہم اگر اس کی حکمت نہ بھی جانیں تو سودی معاملہ کی حرمت کو قطعی ماننا ضروری ہے۔

(تفیسر کبیر ،جلد ۷،ص ۸۶)

امام فخر الدین رازیؒ نے حرمت سود کی جو پانچویں وجہ بیان کی ہیں وہ فقہی قاعدہ کے مطابق علت العلل ہے۔

امام ابن حجر الہیثمی نے کتاب الزواجر میں حرمت ربا کی کم وبیش یہی حکمتیں خلاصۃً بیان کی ہیں۔

الدکتور عمر سلیمان الأشقر نے بھی اختصاراً حرمت سود کے اسباب اور حکمتوں کا تذکرہ یوں کیا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱. الربا ظلم و الله حرم الظلم	سود ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ نے ظلم کو حرام فرمایا ہے
۲. قطع الطريق على أصحاب النفوس المريضة	کمزور لوگوں پر راستے (روزی) کو ختم کرنا ہے۔
۳. الربا فيه غبن	سود میں دھوکہ ہے۔
۴. المحافظة على المعيار الذى تقوم به السلع	اس معیار کی حفاظت جس سے بھاؤ قائم ہوتا ہے۔
۵. الربا مضاد لمنهج الله	سود راہ خدا کے مخالف اور منافی ہے۔

(الربا و أثره على المجتمع الانسانى: ص ۹۳/ الربا اضراره و اثاره. ص ۵۵)

ربا الفضل کی حرمت حدیث صحیحہ سے ثابت ہے اور ائمہ مجتہدین نے اس کی حرمت کی علت پر خوب غور کیا۔ اگر چہ ان کے مابین اس مسئلہ پر اختلاف پایا جاتا ہے اور حرمت کی علت کے حوالے سے ان کے مابین پائے جانے والے اس اختلاف کا اثر ان چھ اشیاء پر نہیں جن کے بارے میں حدیث شریف میں بیان کر دیا گیا ہے کہ ان کے باہمی تبادلہ / بیع سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہے البتہ ان چھ کے علاوہ دیگر تمام اشیاء کے باہمی تبادلے / بیع پر ضرور ہے جنہیں قیاساً اس حکم میں شامل کیا گیا ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک سونے اور چاندی میں علت حرمت ان کا جنس ثمن سے ہونا ہے اس لیے باقی وزنی چیزوں جیسے پیتل، تانبہ اور لوہا وغیرہ میں کمی وبیشی کے ساتھ بیع / تبادلہ حرام نہیں ہوگا کیونکہ علت مشترک نہیں۔ دیگر چار اشیاء یعنی گندم، جو، کھجور اور نمک میں علت ان کے نزدیک کھانے کی جنس سے ہونا ہے لہذا ہر کھانے کی چیز میں تفاضل کے ساتھ بیع / تبادلہ حرام ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالک کے نزدیک بھی چاندی اور سونے میں علت حرمت ان کا جنس ثمن سے ہونا ہے جبکہ دیگر چار چیزوں میں وہ علت حرمت خوراک کے لیے ذخیرہ ہونے کی صلاحیت کو قرار دیتے ہیں۔

اس لیے ان کے نزدیک صرف ان اشیاء کی تفاضل کے ساتھ بیع/تبادلہ حرام ہوگا جن میں خوراک کے لیے ذخیرہ ہونے کی صلاحیت ہوگی۔ جیسے منقیٰ وغیرہ کیونکہ گندم اور جو کی طرح اس کا بھی ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سونے اور چاندی میں علت وزن ہے اور باقی چار چیزوں میں علت ماپنا ہے لہذا ہر وہ شئے جس کی بیع وزن اور ماپنے سے ہوتی ہو اتحاد جنس کی صورت میں اس کی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے۔ امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا قول قدیم یہ ہے کہ مؤخر الذکر چاروں چیزوں میں علت حرمت طعام کا وزن یا ماپ کے ساتھ فروخت ہونا ہے۔ البتہ وہ عدداً فروخت ہونے والی اشیائے طعام میں تفاضل کے ساتھ بیع کو حرام قرار دیتے ہیں۔ جمہور ائمہ کے ہاں سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے جبکہ دیگر چاروں اشیاء میں حرمت کی علتیں مختلف بیان کی گئی ہیں امام شافعی اور امام احمد کے ہاں علت حرمت ان کا کھانے کی جنس سے ہونا ہے جبکہ امام مالک کے ہاں علت ان اشیاء کی خوراک کے لیے ذخیرہ ہونے کی صلاحیت ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک علت ان کا ماپا جانا ہے۔

حدیث شریف میں بیان کردہ چھ اشیاء کی تفاضل کے ساتھ بیع و تبادلہ کی حرمت کی علت پر ائمہ مجتہدین کے مابین جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کا زیادہ سے زیادہ اثر یہ ہے کہ حدیث شریف میں بیان کردہ اشیاء کے علاوہ جن اشیاء کو قیاساً اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم میں داخل کیا جائے گا وہ علت میں اختلاف کے سبب بعض ائمہ کے مطابق حکم میں شامل ہوں گی اور بعض کے نزدیک شامل نہیں ہوں گی جبکہ علمائے ظواہر کے نزدیک حدیث شریف میں بیان کردہ چھ اشیاء کے علاوہ کوئی شئے اس حکم میں شامل نہیں ہوگی لیکن اس اختلاف سے ربا کی حرمت کے قطعی حکم پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ کسی ایک امام کی رائے کو راجح قرار دیا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں چونکہ اکثریت احناف کی ہے اس لیے یہاں امام اعظم کی رائے کو فوقیت دی جا سکتی ہے۔ جہاں تک ربا کے اخلاقی مضمرات کا تعلق ہے تو اس پر کتاب وسنت اور تمام مکاتب فکر کے علماء کی کتب میں بہت کچھ موجود ہے۔ سود چونکہ معاشرے کو تقسیم کرتا ہے اس لئے اس کے نتیجہ میں امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ صورت حال دونوں طبقات کے مابین باہمی نفرت اور عداوت پر منتج ہوتی ہے۔ باہمی ہمدردی، اخلاق اور بھائی چارہ سب کچھ مفقود ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے اسے ظلم قرار دیا ہے اور جس معاشرے میں ظلم کا دور دورہ ہو وہ کبھی بھی پنپ نہیں سکتا اور اس کی اخلاقی حالت کبھی بھی سنور نہیں سکتی۔

امام مالکؒ کے نزدیک سود خوری شراب نوشی سے بھی اشنع ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

انی تصفحت کتاب الله وسنة نبیه فلم ار شیئاً اشر من الربا، لان الله أذن فیه بالحرب	میں نے کتاب اللہ کی ورق گردانی کر ڈالی، میں نے احادیث نبویہ کا جائزہ لے لیا، مجھے سود سے بدتر کوئی چیز نظر نہیں آئی، اس لیے کہ سود کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنگ کا اعلان کیا ہے۔

(تفسیر قرطبی: ۳/۳۲۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس شناعت کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی ہو جاتا ہے کہ سود ترک کرنے پر اللہ رب العزت نے اس آگ سے سود خور کو ڈرایا ہے جو کفار کے لیے تیار کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ، وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ	اے ایمان والو! تم بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

(آل عمران: ۱۳۰، ۱۳۱)

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ قرآن مجید کی سب سے زیادہ خوفناک آیت ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے سود خوروں کو یہ تنبیہ کی ہے کہ اگر تم سود خوری سے باز نہیں آتے تو اس آگ کے لیے تیار ہو جاؤ جو کفار کے لیے تیار کر رکھی ہے۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو آدمی جانتے بوجھتے ہوئے سود کا ایک درھم کھالے تو اس کا گناہ 36 زنا سے بھی زیادہ شدید ہے اس حدیث مبارکہ سے سود کی قباحت اور شناعت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ میں ہے کہ اگر زانیہ اور زانی کنوارے ہوں تو ایک مرتبہ زنا کے ارتکاب پر ان کی سزا سو کوڑے ہے۔ اگر زانیہ یا زانی شادی شدہ ہوں تو اس کی سزا رجم ہے۔ سود کے نتیجہ میں خود غرضی جنم لیتی ہے۔ سود خور ہر حال میں اپنا فائدہ چاہتا ہے خواہ مقروض دیوالیہ ہو جائے۔ سود خور انسان مال و زر کی محبت میں اندھا ہو جاتا ہے، اسے حلال اور حرام کی تمیز نہیں رہتی اور یوں سود خوری تمام مکارم اخلاق کو ایک ایک کر کے چاٹ جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سودخور کو قمار بازی اور جوئے کی لت بھی پڑ جاتی ہے، کئی مرتبہ جوئے باز اپنی بیوی اور بیٹی بھی جوئے میں ہار دیتا ہے۔ جہاں تک سود کے قانونی مضمرات کا تعلق ہے۔ تو بلا شبہ یہ ایک قابل تعزیر جرم ہے اور مسلمان حکمران اس پر کڑی سے کڑی سزا دے سکتا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 279 کے تحت امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں:

الاصرار علی عمل الربا ان کان من شخص و قدر الامام علیه واجری فیه حکم الله من التعزیر و الجس الی ان تظهر منه التوبة ، ان وقع ممن یکون له عسکر و شوکة ، حاربه الامام کما یحارب الفئة الباغیة و کما حارب ابو بکرؓ مانعی الزکاة ، و کذا القوم لو اجتمعوا علی ترک الاذان و ترک دفن الموتی ، فانه یفعل بهم ما ذکر ناه ، وقال ابن عباس رضی الله عنهما: من عامل بالربا یستتاب فان تاب والا ضرب عنقه

سودی عمل پہ اگر اصرار کسی ایک شخص کا ہے اور سربراہ حکومت اسے پکڑنے پر قادر ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تعزیری سزا وقید جاری کرے یہاں تک کہ وہ توبہ کرلے اور اگر یہ عمل کسی ایسے کا ہو جو لشکر و طاقت رکھتا ہو تو سربراہ اس کے خلاف باغیوں کی طرح محاربہ کرے جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ کے خلاف کیا۔ اسی طرح اس قوم کا حکم ہے جو اذان کہنا اور اموات کو دفن کرنا چھوڑ دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ سودخور کو توبہ کا کہا جائے اگر وہ توبہ کرے تو فبھا، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔

(تفسیر کبیر :جلد۷، ص ۹۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن جریر طبری (متوفی:۳۱۰) اپنی معروف تفسیر جامع البیان میں ''فأذنوا بحرب من الله و رسوله'' کے تحت چند روایات نقل کرتے ہیں:

۱۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی ہے:

فمن كان مقيماًعلى الربا لا ينزع عنه فحق على امام المسلمين ان يستتيبه ،فان نزع ،والا ضرب عنقه

جو شخص سود خوری پر ڈٹا ہوا ہو باز نہ آتا ہو تو مسلمانوں کے امام (سربراہ) پر لازم اور واجب ہے کہ وہ اس کو توبہ کی ترغیب دے اگر باز آجائے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔

۲۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے ہی مروی ہے:

يقال يوم القيامة لاكل الربا :خذ سلاحک للحرب

سود خور کو بروز قیامت کہا جائے گا (ہم سے) جنگ کرنے کے لیے اپنا ہتھیار لے لے۔

۳۔حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

اوعدهم الله بالقتل كما تسمعون ،فجعلهم بهرجاً أينما ثقفوا

سود خوروں کو اللہ تعالیٰ نے قتل جیسی دھمکی دی ہے جیسا کہ تم سنتے ہو اللہ تعالیٰ نے تو ان کا خون بھی رائیگاں قرار دیا ہے

۴۔حضرت ربیع رحمہ اللہ سے مروی ہے:

أوعد لاكل الربا بالقتل

اللہ تعالیٰ نے سود خور کو قتل کی دھمکی دی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

فاستیقنوا بحرب من الله و رسوله — تو یقین کر اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی کا

(جامع البیان :جلد ۳،ص ۱۴۸)

امام بغویؒ (متوفی:۵۱۶) نقل کرتے ہیں:

یقال لأکل الربا یوم القیامة خذ سلاحک للحرب ،قال أهل المعانی : حرب الله النار ، و حرب رسول الله السیف — بروز قیامت سود خور سے کہا جائے گا (ہم سے) جنگ کرنے کے لیے اپنا اسلحہ لے لے، اہل معانی علماء (صوفیاء) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جنگ جہنم کی آگ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی جنگ تلوار ہے۔

(تفسیر معالم التنزیل :جلد ۱ ،ص ۲۶۵)

امام جلال الدین سیوطیؒ (متوفی:۹۱۱) اپنی تفسیر الدر المنثور میں لکھتے ہیں:

من کان مقیماً علی الربا لا ینزع عنه فحق علی امام المسلمین ان یستتیبه ،فان نزع و الا ضرب عنقه — جو شخص سود خوری پر ڈٹا ہوا ہو باز نہ آتا ہو تو مسلمانوں کے امام (سربراہ) پر لازم ہے کہ وہ اسے توبہ کی ترغیب دے اگر باز آجائے تو ٹھیک نہیں تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

(الدر المنثور: جلد ۴، ص ۱۰۸)

شہاب الدین سید محمود آلوسیؒ (متوفی:۱۲۸۰) اپنی تفسیر روح المعانی میں نقل کرتے ہیں :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و هو التفسير المأثور عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما [بحرب من الله و رسوله] و هو كحرب المرتدين على الاول و كحرب البغاة على الثاني، وقيل :لا حرب حقيقة وانما هو تهديد و تخويف . و جمهور المفسرين على الاول .

یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ جو لوگ سود لینے کو ترک نہ کریں تو ان سے مرتدین کی طرح جنگ کی جائے (یہ حرب من اللہ کا معنیٰ ہے) اور باغیوں سے (یہ حرب من رسول اللہ ﷺ کا معنیٰ ہے) ایک قول یہ ہے کہ حقیقت میں جنگ کا حکم نہیں ہے یہ محض ان کو دھمکی دینا اور خوف دلانا ہے لیکن جمہور مفسرین کا مختار قول پہلا قول ہے۔

(روح المعانی :جلد ۳، ص ۷۲)

اب کچھ جدید مفسرین کو بھی ملاحظہ فرمالیں: مولانا احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

"اگر سود خور سود پر اڑ جائے تو حاکم جبراً اس سے سود چھڑائے، اگر وہ حاکم کا مقابلہ کرے تو اس پر جہاد کیا جاوے کیونکہ اگر وہ سود کی حرمت کا منکر ہے تو مرتد ہے ورنہ باغی جیسا کہ "بحرب من الله" سے معلوم ہوا۔ ہر مسئلہ شرعی کا یہی حکم ہے اسی لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زکوۃ نہ دینے والوں پر لشکر کشی کی۔ حالانکہ ان میں سے بعض فرضیت زکوۃ کے منکر نہ تھے بلکہ مال ظاہری کی زکوۃ سلطان اسلام کو دینا نہ چاہتے تھے آپ نے فرمایا کہ جو مجھے بکری کا بچہ بھی نہ دیں گے، میں ان پر جہاد کروں گا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی قوم اذان یا مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دے تو ان سے حاکم جنگ کرے کہ وہ باغی ہیں۔"

(تفسیر نعیمی: جلد ۳، ص ۱۹۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:

''یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی اور مضمون کی مناسبت سے اس سلسلہ کلام میں داخل کر دی گئی۔ اس سے پہلے اگرچہ سود ایک ناپسندیدہ چیز سمجھا جاتا تھا مگر قانوناً اسے بند نہیں کیا گیا تھا۔ اس آیت کے نزول کے بعد اسلامی حکومت کے دائرے میں سودی کاروبار ایک فوجداری جرم بن گیا۔ عرب کے جو قبیلے سود کھاتے تھے، ان کو نبی کریم ﷺ نے اپنے عمال کے ذریعے سے آگاہ فرمایا کہ اگر اب وہ اس لین سے باز نہ آئے، تو ان کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ نجران کے عیسائیوں کو جب اسلامی حکومت کے تحت اندرونی خود مختاری دی گئی، تو معاہدے میں یہ تصریح کر دی گئی کہ اگر تم سودی کاروبار کرو گے تو معاہدہ فسخ ہو جائے گا اور ہمارے اور تمہارے درمیان حالت جنگ قائم ہو جائے گی۔ آیت کے آخری الفاظ کی بنا پر ابن عباس، حسن بصری، ابن سیرین اور ربیع بن انس کی رائے یہ ہے کہ جو شخص دارالاسلام میں سود کھائے اسے توبہ پر مجبور کیا جائے اور اگر باز نہ آئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ دوسرے فقہا کی رائے میں ایسے شخص کو قید کر دینا کافی ہے جب تک وہ سود خوری چھوڑ دینے کا عہد نہ کرے، اسے نہ چھوڑا جائے۔''

(تفہیم القرآن: جلد ۱، ص ۲۱۸)

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''اس کی نوعیت بالکل الٹی میٹم کی ہے یعنی اب جو لوگ اس حکم کو نہ مانیں گے وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے خبردار ہو جائیں۔ سود کے متعلق جو لب و لہجہ ان آیات کا ہے بعینہ یہی لہجہ سود سے متعلق آنحضرت ﷺ کا خطبہ الوداع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں معلوم ہوتا ہے جس سے ان آیات کے زمانہ نزول کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس آیت سے صریح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلامی نظام میں سودی کاروبار کرنے والوں کی حیثیت باغیوں اور مفسدوں کی ہے جن کی سرکوبی کے لیے عندالضرورت فوجی کارروائی بھی کی جاسکتی ہے۔''

(تدبرالقرآن: جلد ا، ص ۵۹۳)

علامہ غلام رسول سعیدی فرماتے ہیں:

''حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثقیف سود لینے سے باز آ گئے اور کہا ہم اللہ اور رسول سے جنگ کی طاقت نہیں رکھتے۔ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ جو لوگ سود لینے کو ترک نہ کریں ان سے اسی طرح جنگ کی جائے گی جس طرح مرتدین اور باغیوں سے جنگ کی جاتی ہے۔ جمہور مفسرین کا یہی مختار ہے۔''

(تبیان القرآن: جلد ا، ص ۱۰۴۴)

تمام مفسرین کی رائے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سود خوری ایک قابل تعزیر جرم ہے۔ اگر کوئی شخص انفرادی طور پر اس میں ملوث ہو تو حاکم وقت اپنے ریاستی اداروں کے ذریعے اسے توبہ اور اصلاح احوال پر مجبور کرے گا اور اگر وہ بعض نہ آئے تو اسے سخت تعزیری سزا دی جائے گی اور وہ بعض روایات اور آثار کے مطابق سزائے موت بھی ہو سکتی ہے۔ اگر یہ کام کسی اسلامی ریاست میں ایسا گروہ سرانجام دے رہا ہو جسے قوت حاصل ہو اور وہ اس حاصل شدہ قوت اور اسلحہ کے زور پر سود خوری سے باز نہ آتا ہو تو اس کے ساتھ ایسے ہی جنگ کی جائے گی جیسے مرتدین اور باغیوں کے ساتھ کی جاتی ہے۔ بنا برایں ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان کے حکمران بینکوں اور دیگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالیاتی اداروں کے خلاف بھی جو سودی لین دین میں ملوث ہیں اور باز نہیں آتے، مؤثر قانون سازی کریں تاکہ قرآنی حکم ''فاذنوا بحرب من الله و رسوله'' پر عمل درآمد ہو سکے اور سود خوروں کو عبرت ناک سزا دی جا سکے بعینہ جس طرح نجی سطح پر پنجاب میں سودی لین دین کرنے والوں کے خلاف قانون بنایا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال 6: آئین پاکستان میں ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کسی قانون کے اسلام کے مطابق ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ قرآن وسنت کی بنیاد پر کرے گی۔ بنا بریں قرآن و سنت کے صریح احکام کی موجودگی میں کسی معاملے کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کے بارے میں ہم عصر علماء کی رائے کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: ہماری رائے یہ ہے کہ آئین پاکستان میں یہ خلا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت صرف قرآن وسنت کے صریح احکام کی موجودگی میں کسی معاملے کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کے حوالے سے فیصلہ کرے۔ ماخذ شریعت میں کتاب وسنت کے بعد اجماع اور قیاس کا درجہ بھی آتا ہے۔ کئی احکام شرعی اجماع کے ذریعے اخذ کیے گئے ہیں، اسی طرح کئی احکام شرعی اجتہاد یعنی قیاس کے ذریعے بھی اخذ کیے جاتے ہیں۔ جس پر تقریباً تمام امت متفق ہے اگر امت کے کسی گروہ کا اس پر اختلاف بھی ہو تو کم از کم یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تمام مقلدین اور جمہور امت اس پر متفق ہے لہذا کسی قانون کے مطابق یا مخالف اسلام ہونے کی پرکھ کے حوالے سے ہمیں آئین پاکستان میں اجماع اور قیاس کا بھی ذکر کتاب وسنت کے بعد کرنا چاہیے۔ اہل علم کے ہاں اس مسئلہ میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ ائمہ اربعہ کے بعد کیا اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے یا علماء امت عصری مسائل پر اجتہاد کر سکتے ہیں؟ مذاہب اربعہ کی تاریخ بتاتی ہے کہ ائمہ اربعہ کے بعد آنے والی جید اور معتبر علمی شخصیات نے اپنے اپنے امام کے بعض اجتہادات سے اختلاف کیا بلکہ بعض صورتوں میں ان کے اجتہاد کے بالکل برعکس علمی موقف اختیار کیا اور ایسا بھی ہوا کہ بعد میں آنے والوں کا یہ علمی موقف راجح قرار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پایا اور ان کے بعد میں آنے والے انہی کے موقف کو اختیار کرتے رہے اور اسی پر فتوے دیتے چلے آرہے ہیں۔ خود فقہ حنفی میں امام اعظم ابوحنیفہ کے صاحبین امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے بعض مسائل پر امام صاحب کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ اختلافات علمی دلائل کی بنیاد پر پیدا ہوتے تھے اور بعد میں آنے والے جید حضرات یہ سمجھتے تھے کہ ان کے امام معصوم نہیں تھے بلکہ ان سے اجتہادی غلطی ہو سکتی تھی۔ پھر ان میں سے بعض اختلافات کی نوعیت ایسی نہ تھی کہ مختلف فیہ مسئلہ میں اولیٰ اور خلاف اولیٰ کا تعین کیا جا رہا ہو بلکہ وہ اختلافات جواز وعدم جواز اور حلت وحرمت کے حوالے سے تھے۔ جیسے مزارعت کے مسئلہ کو ہی لے لیجیے تو امام اعظم اسے ناجائز سمجھتے تھے جبکہ امام ابو یوسف نے اس کے جواز کا موقف اختیار کیا ہے۔ اسی طرح کا معاملہ خود ائمہ اربعہ کے مابین بھی ان کے اجتہادات کے حوالے سے نظر آتا ہے۔ امام شافعی ائمہ ثلاثہ کی آراء کے برعکس مزارعت کی بعض صورتوں کو جائز سمجھتے ہیں۔

اسی نوعیت کا اختلاف ان کے ہاں مسلمان حکمرانوں کے خلاف خروج کے جواز اور عدم جواز پر بھی پایا جاتا ہے لہذا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کسی بھی معاملہ کے اسلامی یا غیر اسلامی قرار دیئے جانے کے حوالے سے معاصر علماء کی آراء کی اہمیت درج ذیل اعتبارات سے ہے:

۱۔ قرآن وسنت کے کسی حکم کے صریح ہونے کے بارے میں وہ رائے دے سکتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

۲۔ قرآن وسنت کے کسی بھی حکم کی شرح وتبیین اور تخصیص وتقیید کے حوالے

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے عدالت کی معاونت کر سکتے ہیں۔

۳۔ اجماع اور قیاس سے اخذ کردہ احکام کی وضاحت اور تشریح کر سکتے ہیں۔

۴۔ ائمہ مجتہدین کے اجتہادات اور فقہی آراء میں سے کتاب وسنت کے قریب ترین ہونے کی بناء پر کسی رائے کو راجح قرار دے سکتے ہیں۔

۵۔ وہ عصری مسائل جن کے احکام جاننے کے حوالے سے اجتہاد ضروری ہے وہ اجتماعی طور پر اجتہاد کر کے عدالت کی معاونت کر سکتے ہیں

سوال 7: کیا سود کی حرمت کا اطلاق اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں پر بھی ہوتا ہے؟ کیا اس کا اطلاق غیر مسلم حکومتوں سے لیے گئے قرضوں پر بھی ہوگا جب کہ غیر ممالک کی پالیسیوں اور بین الاقوامی مالیاتی قوانین پر حکومت پاکستان کا کوئی کنٹرول نہیں ہے؟

جواب: جی ہاں، سود کی حرمت کا اطلاق اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں پر بھی ہوگا۔ معزز عدالت کی طرف سے اٹھایا جانے والا سوال خاص اور متعین ہے اور اس میں مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان سودی لین دین کی دیگر کئی صورتوں سے صرف نظر کر کے صرف یہ پوچھا گیا ہے کہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں پر بھی سود کی حرمت کا اطلاق ہوگا یا نہیں۔ البتہ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہاں اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کے مابین باہم سودی لین دین کی بات کی جارہی ہے کیونکہ اسلامی ریاست میں ان کا کسی مسلمان سے سودی لین دین نہ کرسکنا تو اس قدر واضح ہے کہ اسے ہم نے خارج از بحث ہی رکھا ہے۔

اس کے جواب میں ہمارے دلائل حسب ذیل ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاً: سود کی حرمت کا قطعی حکم آنے کے بعد حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اسقاط سود کے حوالے سے جو حکم دیا وہ بھی عام اور مطلق ہے۔

قضی الله انه لا رباً، وان اول ربا أضع ربا عباس بن عبد المطلب فانه موضوع كله

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا کہ کوئی سود نہیں۔ سب سے پہلے جس ربا کو میں کالعدم کرتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے یہ سب کا سب معاف ہے۔

(ضیاء النبی: جلد۴: صفحہ۵۳۷)

اسی طرح خود آیت ربا میں جس ربا کا ذکر کیا گیا ہے وہ عام اور مطلق ہے یعنی اس میں سود لینے دینے کی تمام صورتوں کو حرام قرار دیا گیا ہے اور قرآن حکیم میں کسی مقام پر بھی اس عام اور مطلق حکم کی کوئی تخصیص اور تقیید نہیں کی گئی، جس سے اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلم شہریوں کے لیے سودی لین دین کی گنجائش پیدا ہوتی ہو۔ احناف کے ہاں تو قرآن حکیم کے حکم قطعی کو صحیح حدیث رسول، خبر واحد سے بھی مقید کرنا درست نہیں ہے جبکہ ہمارے سامنے تو کوئی ایسی حدیث شریف بھی نہیں جو صحیح الاسناد اور صریح الدلالت ہو، جس سے اس عام اور مطلق حکم میں تخصیص اور تقیید کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے جاسکیں تاکہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو سودی لین دین کی اجازت مل جائے۔

ثانیاً: بلکہ امام سرخسی کی ذکر کردہ احادیث سے یہ وضاحت ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے اسلامی ریاست کے ساتھ عقد ذمہ کرنے والوں کو بھی باہم سودی لین دین سے روک دیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كتب الى نصارى نجران "من أربى فليس بيننا و بينه عهد" و كتب الى مجوس هجر اما ان تدعوا الربا و تاذنوا بحرب من الله و رسوله"	نجران کے نصاریٰ کو آپ ﷺ نے خط لکھ دیا کہ جو ربا (سود) کا کاروبار کرے پس ہمارے اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں اور ہجر کے مجوسیوں کو لکھ دیا کہ جو سو دکی دعوت دے وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جائے۔

(كتاب المبسوط ،جلد ۱۴ ،باب الصرف: ۷۲)

سنن ابوداؤد کی ایک روایت میں بھی منقول ہے:

ولا يفتنوا عن دينهم مالم يحدثوا حدثاً و يا كلوا الربا	انہیں ان کے دین سے برگشتہ نہیں کیا جائے گا۔ (یہ معاہدہ اس وقت تک قائم رہے گا) جب تک کہ وہ اس کی خلاف ورزی نہ کریں یا سود نہ کھائیں

(ابو داؤد، رقم: ۲۶۴۴)

ثالثاً: فقہا کے مابین یہ اختلاف تو پایا جاتا ہے کہ دار الحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سودی لین دین جائز ہے کہ نہیں لیکن اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں اور مسلمان شہریوں کے درمیان یا غیر مسلم شہریوں کے مابین باہم سودی لین دین کی ممانعت ایسے مسلمات میں سے ہے کہ اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ یہاں ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں پر دیگر محرمات کا اطلاق نہیں ہوتا تو سودی حرمت کا اطلاق کیوں کر ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ربا کی حرمت کا قرآنی حکم عام ہے جس کا منشا یہ ہے کہ اسلامی ریاست میں ربا کا بالکلیہ استیصال ہو جائے اور اس کے شہریوں میں سے کسی کو بھی اجازت نہ ہو کہ وہ سودی لین دین کر سکے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم جبکہ دیگر محرمات جیسے شراب حتیٰ کہ خنزیر کا گوشت نہ کھانے پینے کے حوالے سے جو احکام وارد ہوئے ہیں وہ مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس میں صراحتہً کے ساتھ مذکور تھا کہ عیسائی سودی کاروبار نہیں کریں گے۔

ومن اکل ربا من ذی قیل	جو صاحب ریاست بھی ربا کھائے گا اس
فذمتی منه بریئة	سے میری ذمہ داری ساقط ہو جائے گی۔

(کتاب الخراج، لابی یوسف: ۷۸)

حضور ﷺ کے اس عمل مبارک کی حکمت یہ نظر آتی ہے کہ دیگر محرمات کے مقابلے میں سود کا ضرر معاشرتی اور اقتصادی اعتبار سے بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر کسی اسلامی ریاست کے عیسائیوں کو سودی لین دین کی اجازت دے دی جائے تو اس کے اسلامی معاشرت اور ریاست کی اقتصادی صورتحال پر بڑے گہرے اثرات مترتب ہونے کا اندیشہ ہوگا۔ غالباً اس حکمت کی بنیاد پر حضور ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو سودی لین دین سے روک دیا تھا۔ اہل علم نے اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو سودی لین دین سے منع کرنے کی حکمتیں بھی بیان کی ہیں۔ ایک حکمت تو یہ ہے کہ سود کی حرمت کا حکم سابقہ آسمانی شرائع میں بھی دیا گیا ہے لہذا انہیں سود سے روکنا صرف اسی غرض سے نہ تھا کہ انہیں شریعت اسلامیہ کے احکام کی پیروی پر مجبور کیا جائے بلکہ ان پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسمانی شرائع کی متفق علیہ ہدایات میں سے ایک ہدایت کا نفاذ تھا۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ قرآن حکیم نے تو محض تصدیق کے لیے بیان کیا ہے کہ یہود کو سود کی ممانعت تھی جبکہ بائبل اور زبور میں متعدد مقامات پر سود کی حرمت اور ممانعت کا تذکرہ ملتا ہے۔

علامہ سید سابق نے تمام اہل کنیسہ کا اس کی حرمت پر اتفاق نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

و اتفقت كلمة رجال الكنسية على تحريم الربا تحريماً قاطعاً	کنیسہ کے پادریوں اور عالموں کا سود کی قطعی حرمت پر اتفاق ہے

(فقه السنته: جلد۳، ص۱۳۰، ۱۳۲)

امام سرخسی نے نجران کے عیسائیوں کو سودی لین دین سے روک دینے کی حکمت یہی بیان کی ہے:

قد صح ان رسول الله ﷺ كتب الى اهل نجران بأن تدعوا الربا او تاذنوا بحرب من الله و رسوله و كان ذلك لهذا المعنى انه فسق منهم فى الديانة فقد ثبت بالنص حرمة ذلك فى دينهم قال الله تعالىٰ: واخذهم الربوا و قد نهوا عنه،	صحیح سند سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کو لکھا کہ سودی لین دین چھوڑ دو اور یا اللہ اور اس کے رسول کے طرف سے اعلان جنگ سن لو۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ سود ان کے مذہب میں گناہ کا کام تھا۔ چنانچہ قرآن مجید سے صراحۃً ثابت ہے کہ یہ ان کے مذہب میں حرام ہے۔ فرمایا: اور یہود کا ایک جرم سود لینا بھی تھا حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا۔

(شرح السير الكبير: جلد۴/۱۵۴۶، ۱۵۴۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد جب اہل نجران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے بھی اس معاہدہ کی تجدید کر دی جو حضور ﷺ نے ان کے ساتھ فرمایا تھا۔ جس میں انہیں سود کھانے سے منع کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس معاہدہ کی تجدید کی صورت میں خلیفہ اول نے جو معاہدہ تحریر فرمایا اس میں لکھا گیا۔

و فاء لهم بكل ما كتب	(یہ عہد) ان تمام وعدوں کی تکمیل کے طور پر (کیا جا
لهم محمد النبی ﷺ	رہا ہے) جو محمد نبی ﷺ نے ان کے لیے تحریر فرمائے ہیں

(كتاب الخراج لابی یوسف : ۷۹)

کتاب الخراج ہی میں اس طرح مذکور ہے کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو یہ لوگ ان کے پاس آئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو نجران یمن سے جلاوطن کر کے نجران عراق میں بسا دیا تھا کیونکہ آپ کو اندیشہ تھا کہ یہ لوگ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے۔ ان کی جلاوطنی کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان اہل نجران کے لیے معاہدہ لکھا۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ آخر نجران کے نصاریٰ سے مسلمانوں کو کیا خطرہ تھا جس کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی جلاوطنی کا فیصلہ کیا۔ اس کی وضاحت کتاب الاموال کی درج ذیل عبارت سے بخوبی ہو جاتی ہے:

فلما ولی عمر ابن	جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اس وقت
الخطاب اصابوا الربا	ان (اہل نجران) کو سود خوری کا ارتکاب کرتے پایا تو
فی زمانه فأجلاهم عمر	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جلاوطن کر دیا۔

(كتاب الاموال : ۲۰۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دراصل حضرت عمر فاروق ﷺ نے اسی خطرہ کا ادراک کرتے ہوئے انہیں جلاوطن کیا تھا کہ وہ سودی لین دین میں مشغول ہو گئے تھے اور خطرہ تھا کہ ان کی اس خرابی کے اثرات مسلمانوں تک پہنچ جائیں اور وہ انہیں بھی سودی لین دین میں ملوث نہ کر لیں۔

چنانچہ امام ابوعبید نے اسلامی ریاست کے غیر مسلموں پر سودی لین دین کی ممانعت کی توجیہ ''سدذریعہ'' کے اصول پر کی ہے کیونکہ سودی لین دین کے اثرات متعدی ہو سکتے ہیں جو مسلمانوں تک بھی پہنچ سکتے ہیں لہذا نجران کے نصاریٰ پر اس پابندی کو عائد کرنے کا اصل مقصد مسلمانوں کو سودی معاملات سے محفوظ رکھنا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

غلظ عليهم اكل الربا خاصة من بين المعاصي كلها، و لم يجعله له مباحاً و هو يعلم انهم يركبون من المعاصي ماهو اعظم من ذلك: من الشرك، و شرب الخمر، وغيره. الا دفعاً عن المسلمين و أن لايبايعوهم به فياكل المسلمون الربا و لو لا المسلمون ما كان اكل اولئك الربا الا كسائر ما هم فيه من المعاصي بل الشرك اعظم

سیدنا عمرؓ نے باقی تمام خلاف شرع امور کو چھوڑ کر خاص طور پر سود کے معاملے میں ان پر سختی کی اور اسے ان کے لیے مباح قرار نہیں دیا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ اس سے بھی بڑے گناہوں، مثلاً شرک اور شراب نوشی وغیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ سیدنا عمر نے ایسا محض مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے کیا تاکہ ان کی ساتھ لین دین کا معاملہ کرنے کی صورت میں مسلمان بھی سود کھانے میں مبتلا نہ ہو جائیں اگر مسلمانوں کی حفاظت پیش نظر نہ ہوتی تو نصاریٰ کو سود لینے کی اسی طرح اجازت ہوتی جیسے باقی تمام گناہوں کیلئے حاصل تھی، بلکہ شرک تو سب سے بڑا گناہ ہے

(كتاب الاموال: ۲۰۳، ۲۰۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض اگر سابقہ آسمانی شرائع کے لحاظ سے دیکھا جائے تو یہود و نصاریٰ کے لیے نہ صرف اسلامی ریاست میں بلکہ ان کی اپنی ریاستوں میں بھی سودی لین دین جائز نہیں ہے جبکہ اسلامی ریاست میں تو انہیں ''سد ذریعہ'' کے اصول پر بھی سودی لین دین کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور یہ اصول تمام اقلیتوں پر لاگو ہوگا خواہ وہ سابقہ آسمانی شرائع کو ماننے والی ہوں یا نہ ہوں۔ گلاسگو کے ایک محقق Mackinkoshes نے ''A Short History Of Usuary Prohibition'' کے عنوان سے ایک ریسرچ پیپر تیار کیا ہے۔ جو تمام مذاہب میں سود کی حرمت و ممانعت کی تفصیل فراہم کرتا ہے۔ (ویب پر موجود ہے) اسی طرح سود کے مضمرات کے پیش نظر سود سے نجات حاصل کرنے کی جستجو، آرزو اور تگ و دو، خود مغرب اور غیر مسلم معاشی ماہرین میں شدت سے موجود ہے۔ سینکڑوں ریسرچ پیپرز آچکے ہیں۔ صرف ایک معاشی مفکر جیمز رابرٹس کے رائے نقل کرنے پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

''معاشی نظام میں سود کے موجودہ کردار نے ایک منظم طریقہ سے پیسے کے بہاؤ کو کم دولت رکھنے والوں کی طرف سے زیادہ دولت رکھنے والوں کی طرف کر دیا ہے۔ ایک مرتبہ پھر غریب سے امیر کی طرف وسائل کی منتقلی، تیسری دنیا کے قرض کے بحران سے انتہائی ناخوشگوار طریقہ سے آشکارا ہو جاتی ہے، لیکن یہ صرف یہیں تک محدود نہیں بلکہ پوری دنیا کی یہی صورت حال ہے۔ جب ہم اس زاویہ سے نظام زر کو دیکھتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ اسے کس طرح از سر نو ترتیب دیا جائے کہ یہ ایک فعال اور بیرونی اثرات سے محفوظ معیشت کے حصے کے طور پر اپنا کام درست اور موثر طریقے سے انجام دے سکے تو اکیسویں صدی کے لیے سود اور افراط زر سے پاک نظام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زر کے حق میں دیئے جانے والے دلائل بہت مضبوط نظر آنے لگتے ہیں۔ آئی ایم ایف کے ماہرین بھی اب اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں سود کی تمام اقسام حرام ہیں، چنانچہ آئی ایم ایف کے سٹاف پیپرز میں اس حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔"

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی بینک کاری کے نظام کے مطالعے کا آغاز اس کی بنیادی اصطلاحات کی تعریف سے کیا جائے۔ ربا ایک شرعی اصطلاح ہے جو زر کے استعمال پر پہلے سے طے شدہ اضافے سے عبارت ہے۔ ماضی میں اس امر پر نزاع ملتا ہے کہ ربو' سے مراد سود ہے یا یوژری (Usuary)، لیکن اب مسلمان اہل علم کے درمیان اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ اس اصطلاح کا اطلاق سود کی ہر شکل پر ہوتا ہے اور اس کا مصداق محض مناسب سے زیادہ سود (excessive interest) نہیں۔ پس آگے کے مباحث میں ربا اور سود بطور مترادف استعمال کیے جائیں گے اور اسلامی نظام بینک کاری کے معنی وہ نظام ہوگا جس میں سود کی ادائیگی یا وصولی ممنوع ہوگی جب کہ ایک سودی یا روایتی بینک سے مراد وہ ادارہ ہوگا جس میں مالی فنڈ کے استعمال پر سود وصول کیا جاتا ہے، یا دیا جاتا ہے۔

(International Monetary Fund Staff Papers, Vol xxxiii No.1, March 1986 Islamic Interest-Free Banking a Theoretical Analysis by Mohsin S.Khan P.4-5)

رابعاً: آئین پاکستان اور اس کے تحت قانون کے اطلاق کے دائرہ کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کے تمام شہری کے الفاظ لکھے جاتے ہیں۔اسی طرح پنجاب کے نجی سود کی ممانعت کے ایکٹ 2007ء کا اطلاق پنجاب میں مقیم تمام شہریوں پر ہوتا ہے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔

غیر مسلم ممالک سے حاصل کیے گئے قرضے:

غیر مسلم ممالک سے حاصل کیے گئے قرضوں پر بھی سودی لین دین کی ممانعت کا اطلاق ہوگا کیونکہ جو ممانعت مسلمان ریاست کے شہری پر وارد ہے وہ بطریق اولیٰ اسلامی ریاست پر لاگو ہوگی کیونکہ اسلامی ریاست کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ ریاست سے سود کا بالکلیہ استیصال کرے جیسا کہ حضور ﷺ نے بطور سربراہ مملکت حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا، چہ جائیکہ وہ خود سودی لین دین میں ملوث ہو جائے۔ پھر اسلامی ریاست کی حیثیت مسلمان شہریوں کے نمائندہ اور وکیل کی ہے اور فقہی اصول ہے کہ جو چیز موکل کے لیے جائز نہ ہو وہ اس کے وکیل کے لئے بھی جائز نہیں ہو سکتی۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے:

ومن شرط الوكالة ان يكون الموكل عن يملك التصرف	وکالت کی ایک شرط یہ ہے کہ موکل جس کام کے لیے وکیل مقرر کرتا ہے وہ خود اس کے لیے جائز ہو۔

(فتح القدير شرح هدايه ،جلد ٦، ص ٥٥٤)

یہاں اس بات کی صراحت بھی مفید ہوگی کہ پبلک نوٹس میں مسلم اور غیر مسلم ریاستوں کی طرف سے سرمایہ کاری کے تناظر سے متعلق جو استفسار ہے، اس کے بارے میں بھی ہم سپریم کورٹ آف پاکستان کی شریعت اپیلٹ بنچ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

23 دسمبر 1999ء کے فیصلہ میں مذکور گفتگو سے پوری طرح متفق ہیں اور اسی کو اختیار (adopt) کرتے ہیں۔ اس کے متعلق گفتگو اس فیصلہ کے PLD درج ذیل صفحات میں آئی ہے:

1. Judgement of Justice Khalil Ur Rehman PLD page No. 313 to 321 (publisher: Shariah Academy International Islamic University,Islamabad.)

2. Judgement of Justice Mufti Muhammad Taqi Usmani Sb PLD page No. 725 to 757 (publisher Malik Muhammad Saeed Pakistan Educational Press Lahore.)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال 8: انڈیکسیشن کے جائز یا ناجائز ہونے کے حوالے سے آپ کی کیا رائے ہے؟ معاصر فقہاء کے قانونی نکات کو خاص اہمیت دیتے ہوئے قرض کی مدت کے دوران سکے کی قیمت میں کمی (ڈی ویلیوایشن) اور افراط زر جیسے عوامل کو مدنظر رکھ کر وضاحت کیجیے۔

سوال 9: قران حکیم میں "راس المال" کی اصطلاح کن معنوں میں استعمال ہوئی ہے؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ افراط زر کے ماحول میں کرنسی کی قدر میں کمی کا رجحان ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سے کرنسی کی صورت میں ایک مخصوص رقم ادھار لے کر کافی عرصے کے بعد اتنی ہی رقم واپس کرتا ہے تو قرض خواہ افراط زر کے منفی اثرات سے محفوظ نہیں رہ پائے گا۔ اگر وہ قرض دار سے یہ تقاضا کرے کہ اسے کرنسی کی قدر میں کمی کے سبب پہنچنے والے نقصان کی تلافی کے لیے زیادہ رقم ادا کی جائے تو کیا اس قسم کا مطالبہ ربا کے ذیل میں شمار ہوگا؟

جواب: سوال 8 اور سوال 9 باہم مربوط ہیں اور بنابریں ان کا مشترکہ جواب دیا جانا ہی مناسب ہے۔ قرآن حکیم میں رأس المال سے مراد اصل مال ہے جو قرض خواہ مقروض کو بوقت قرض دیتا ہے۔ اسلام اس میں کسی بھی قسم کے اضافے کو سود قرار دیتا ہے۔ راس المال کا ذکر اور اس کی تعریف خود قرآن حکیم نے کر دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ

پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا اور اگر تم توبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو، نہ تو کسی پر ظلم کرو اور نہ تمہارے ساتھ کوئی ظلم کرے۔

(البقرۃ:۲۷۹)

اس آیت کریمہ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر تم سود سے توبہ کر لو تو تمہارے راس المال تمہیں مل جائیں گے اور تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ کوئی تم پر ظلم کرنے پائے گا۔ آیت کریمہ کے اس حصے نے واضح کر دیا کہ رأس المال سے زیادہ وصول کرنا سود ہے اور یہ مقروض پر ظلم ہے اور اس میں کمی کرنا یہ قرض خواہ پر ظلم ہے لہذا "لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ" کا مطلب یہ ہوا کہ مقروض قرض خواہ کی اصل رقم میں کمی نہ کرے اور قرض خواہ اصل رقم پر اضافہ نہ لے۔ تمام جید مفسرین کرام نے اس کی وضاحت یوں ہی کی ہے کہ "لَا تَظْلِمُوْنَ" سے مراد یہ ہے کہ زیادتی کی طلب نہ کرو اور "وَلَا تُظْلَمُوْنَ" سے مراد یہ ہے کہ رأس المال میں کمی نہ کی جائے۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر روح المعانی، تفسیر جامع البیان۔

بلاشبہ یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان میں افراط زر کی شرح روز افزوں ہے۔ اسی طرح پاکستان کی کرنسی دنیا کی دیگر مستحکم کرنسیوں کے مقابلے میں اپنی قدر کھو رہی ہے۔ جس سے قرض خواہ اگر اپنی اصل رقم یعنی رأس المال پر کوئی اضافہ نہ لے تو اس کے رأس المال کی قیمت خرید چند سال بعد کم ہو جائے گی۔ جس کی وجہ سے اسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقصان ہوگا۔ لہذا بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اشاریہ بندی یعنی Indexation کے ذریعے اس نقصان کی تلافی ضروری ہے اس لیے اس پر سود کا اطلاق نہیں ہوگا اور یہ قرآنی حکم "لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ" کی تعبیر ہے۔

ان معاصر اہل علم میں رفیق المصری، سلطان ابوعلی، ایم اے منان، ضیاء الدین احمد، عمر زبیر اور گل محمد کے نام شامل ہیں جبکہ کئی معاصر علما قرضوں کی انڈیکسیشن کے حامی نہیں ہیں ان میں محمد عمر چھاپڑہ منظر کیف، ایم نجات اللہ صدیقی، محمد حسن الزماں، مولانا تقی عثمانی اور علی احمد سلوس سمیت دیگر بھی شامل ہیں۔

ہم بھی درج ذیل عقلی ونقلی دلائل کی بنیاد پر مؤخر الذکر نکتہ نظر کے حاملین معاصر علما سے موافقت اختیار کرتے ہیں۔

ا۔ سب سے پہلے تو یہ تعین کیا جانا ضروری ہے کہ افراط زر یا تخفیف قدر زر کی صورت میں روپے کی قوت خرید میں جو کمی واقع ہوتی ہے کیا وہ مقروض کی کسی کوتاہی یا غلطی کا نتیجہ ہے۔ جو اسے قرضوں کی انڈیکسیشن کی صورت میں تاوان ادا کرنے پر مجبور کیا جائے؟ ادنیٰ تأمل سے یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ یہ دونوں صورتیں کسی مقروض کے اختیار میں نہیں اور نہ ہی اس کی کسی غلطی کی وجہ سے ملک میں افراط زر میں اضافہ ہو رہا ہے یا ہماری کرنسی کی قدر گھٹتی چلی جا رہی ہے۔ یہ سب کچھ تو ہمارے حکمرانوں کی پالیسیوں کا نتیجہ ہے جو آئے دن اربوں روپے کے نئے نوٹ چھاپ کر ملک میں مہنگائی اور افراط زر کو فروغ دے رہے ہیں۔ آج بھی ترقی یافتہ ممالک میں نہ تو افراط زر کی شرح ہمارے جیسی ہے اور نہ ہی ان کی کرنسیاں اسقدر غیر مستحکم ہیں۔ خود پاکستان کی کرنسی ایک خاص وقت تک مستحکم رہی ہے۔ افراط زر کی بڑھتی ہوئی شرح اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخفیف قدر زر کی ذمہ داری مقروض پر ڈالنا قرین انصاف نہیں ہے۔ اصول یہ ہے کہ ہر کوئی اپنا بوجھ اٹھائے گا کسی پر کسی کی غلطی یا کوتاہی کا بوجھ نہیں ڈالا جا سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی

(النجم: ۳۸)

لہٰذا افراط زر یا تخفیف قدر زر کی صورت میں کرنسی کی قوت خرید میں جو کمی واقع ہوتی ہے اس کی تلافی کے لیے مقروض کو پابند کرنا ہرگز قرین انصاف نہیں ہے۔

۲۔ یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بفرض محال کوئی قرض خواہ اپنی رقم بطور قرض نہیں دیتا تو کیا وہ اپنی اس رقم کو افراط زر اور تخفیف قدر زر کے اثرات سے بچا سکے گا؟ یقیناً اس کا جواب نفی میں ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے پاس کئی اور راستے موجود ہیں جن کے ذریعے وہ کسی نہ کسی درجے میں اپنی رقم کو ان اثرات سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ مثلاً

ا۔ وہ اپنی رقم کو شراکت یا مضاربت کی بنیاد پر کسی کاروبار میں لگا سکتا ہے۔

ب۔ وہ سونا، چاندی یا کوئی اور مستحکم کرنسی خرید کر رکھ سکتا ہے۔

ج۔ وہ اس مال سے کوئی زمین یا جائیداد خرید کر رکھ سکتا ہے۔

د۔ وہ اس رقم کو اپنے کاروبار کی توسیع میں استعمال کر سکتا ہے۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جب اس کے پاس اپنی رقم کو افراط زر اور تخفیف قدر زر کے اثرات سے بچانے کے شرعی طور پر جائز راستے موجود ہیں تو اسے یہ راستہ اختیار کرنے کی بھلا کیا ضرورت ہے جس میں واضح طور پر ربا میں ملوث ہونے کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندیشہ ہے۔

۳۔ بینکوں میں قرضوں کی انڈیکسیشن کا معاملہ مروجہ نظام بینکاری میں سود کی معروف متبادل اساس کے طور پر رائج بھی نہیں ہوسکتا، جس کی کئی وجوہ ہیں۔

(i)۔ یہ کس طرح تعین کیا جائے گا کہ افراط زر اور تخفیف قدر زر کی شرح انڈیکسیشن کی شرح کے مساوی ہے کیونکہ ان کے مابین عدم مساوات کی صورت میں تو صریحاً سود کا قوی اندیشہ ہے کیونکہ اس کے جواز کے قائلین بھی اسے تلافی قرار دیتے ہیں نہ کہ نفع بصورت سود۔ اگر انڈیکسیشن کی شرح افراط زر وغیرہ سے زیادہ ہو تو یہ سیدھا سیدھا سود ہوگا۔

(ii)۔ اگر یہ دونوں شرحیں برابر ہوں تو کیا بینک جن قرض داروں سے قرض حاصل کرتا ہے ان کو انڈیکسیشن کی صورت میں تلافی نہیں دے گا؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ اصول اس کے کھاتہ داروں پر بھی لاگو ہوگا تو اس صورت میں بھلا بینک کے لیے کیا کشش رہ جاتی ہے کہ وہ جس قدر رقم انڈیکسیشن کی صورت میں قرضہ داروں سے وصول کرے اسی قدر رقم اپنے کھاتہ داروں کو ادا کردے۔ اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنے بھاری بھرکم اخراجات کیسے پورے کرے گا؟

۴۔ انڈیکسیشن کے جواز کے قائلین کی نظر "لَا تُظْلَمُوْنَ" کی طرف تو گئی ہے لیکن "لَا تَظْلِمُوْنَ" کی طرف نہیں گئی کیونکہ اگر بفرض محال کوئی ایک لاکھ روپے بطور قرض لیتا ہے اور انڈیکسیشن کی شرح 12% سالانہ مقرر ہو جاتی ہے۔ اس طرح دو سال بعد اسے ایک لاکھ چوبیس ہزار روپے ادا کرنا ہوں گے جبکہ روپے کی قدر یا قوت خرید تو کم ہو کر چھہتر ہزار روپے رہ گئی ہوگی۔ لہٰذا یوں اس انڈیکسیشن کی صورت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرض خواہ پر اضافی ادائیگی کا بوجھ ڈالنا "أَضْعَافًا مُضَاعَفَة" کی ہی صورت بن جائے گا کیونکہ یہ اس کے لیے دوہرا نقصان ہوگا۔ ایک تو وہ بطور مقروض رأس المال میں افراط زر وغیرہ کی صورت میں ہونے والی کمی کا نقصان خود برداشت کرے گا اور دوسرا قرض خواہ کی اصل رقم یعنی رأس المال کی قوت خرید میں پیدا ہونے والی کمی کا بھی ازالہ کرے گا، جبکہ اصلاً وہ اس کمی یا نقصان کا ذمہ دار نہ ہے۔ تمام فقہا اس پر متفق ہیں کہ قرض کی واپسی میں جنس اور مقدار میں برابری ضروری ہوتی ہے کہ جتنا اور جیسا لیا تھا اتنا ہی اور ویسا ہی واپس کرنا ہوگا۔ قیمت اور قوت خرید میں برابری اور تناسب ضروری نہیں۔ لہذا قرضوں کی واپسی میں جنس اور مقدار فیصلہ کن عامل ہیں نہ کہ قوت خرید۔ جبکہ قرضوں کی انڈیکسیشن کے تصور کی بنیاد ہی یہی ہے کہ قرض دار جنس اور مقدار میں برابری کی بجائے قوت خرید میں برابری اور مثلیت کی بنیاد پر قرض کی واپسی کرے۔

"هو عقد مخصوص يرد على دفع مال مثلي لآخر ليرد مثله و صح في مثلي لا في غيره ...... ما يكال أو يوزن أو يعد متقارباً فصح استقرض جوز و بيض"

"قرض ایک معاہدہ ہے جس میں ایک شخص دوسرے کو مال مثلی دیتا ہے اور لینے والا ادائیگی کے وقت اس کی مثل واپس کرتا ہے قرض لین دین مال مثلی میں صحیح ہے اور غیر مثلی میں صحیح نہیں ہے ۔۔۔(مال مثلی وہ ہے) جسے ماپا اور تولا جا سکتا ہے یا جس کی مقدار گننے سے معلوم کی جا سکتی ہو بشرطیکہ اسکی اکائیاں مقدار میں ایک دوسرے سے زیادہ متفاوت نہ ہوں بلکہ قریب قریب ہوں مثلاً اخروٹ اور انڈے۔"

(الدر المختار، كتاب البيوع، فصل في القرض، جلد ٧، ص ٤٠٦)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہذا یہ وہ دلائل ہیں جن کی بنیاد پر ہم قرضوں کی انڈیکسیشن کو نہ تو شرعاً جائز سمجھتے ہیں اور نہ ہی بینکوں کے لیے قابل عمل ۔جہاں تک Hyper inflation کے نتیجے میں قرض دہندہ کو پہنچنے والے بھاری نقصان کا تعلق ہے تو اگرچہ عدالت عظمیٰ نے اس نقصان کی تلافی کے لیے گنجائش پیدا کی ہے اور hyper inflation کی سطح تک پہنچ جانے والے افراط زر پر غبن فاحش کا اطلاق کیا ہے لیکن ہم مذکورہ بالا دلائل کی بنیاد پر یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا بھی کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں صورتیں اصلاً ایک ہی قبیل سے ہیں، بس ان میں فرق افراط زر کی شرح اور اس کے نتیجے میں پہنچنے والے نقصان کی مالیت اور کمیت کا ہے۔ایک صورت کو افراط زر کی شرح کم ہونے کی بنیاد پر ناجائز اور دوسری کو زیادہ ہونے کی بنا پر جائز قرار دینا ایسے ہی ہے جیسے کوئی یہ کہہ دے کہ کم شرح پر سود تو جائز اور قابل قبول ہے لیکن Usuary کی صورت میں زیادہ شرح پر سود کا لین دین ناجائز اور حرام ہے۔جبکہ دونوں صورتوں میں مقروض قصوروار نہیں اور نہ ہی اسے تلافی پر مجبور کیا جانا قرین انصاف ہے۔

غبن فاحش کا Hyper inflation پر قیاساً اطلاق کئی اعتبارات سے درست نہیں اور قیاس مع الفارق ہے۔

۱۔ غبن فاحش کا اطلاق بیوع پر ہوتا ہے اور یہاں زیر بحث قرض کا لین دین ہے۔

۲۔ غبن فاحش کی صورت میں معمول کی قیمت سے بڑھ کر قیمت وصول کرنے والا بائع موجود ہے اور اپنے فعل کا ذمہ دار ہے۔یہاں خریدار کو بیع فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے اور حکومت بھی اس گراں فروش کو سزا دے سکتی ہے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناجائز طور پر حاصل کیا جانے والا منافع اس سے وصول کر کے واپس مشتری کو دلوا سکتی ہے۔ جبکہ یہاں Hyper inflation کے اسباب میں تو بین الاقوامی طاقتوں کا جبر بھی شامل ہو جاتا ہے اور دائن اور مدیون دونوں اس کے ذمہ دار نہیں ہوتے۔ پھر کس بنیاد پر مدیون کو اس نقصان کی تلافی پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟ یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ مدیون بھی اسی معاشرے کا فرد ہے اس پر بھی Hyper inflation کا اثر اسی طرح اور اسی شدت کے ساتھ مرتب ہوتا ہے جس طرح اور جس شدت کے ساتھ دائن پر۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ بعض صورتوں میں مدیون بے چارہ دیوالیہ ہو جائے اور دائن کو اسے مطابق حکم قرآنی قرض کی ادائیگی میں بھی مہلت دینا پڑے یا ہو سکتا ہے کہ کلی یا جزوی طور پر یہ قرض معاف کرنا ہی پڑ جائے۔

۳۔ ایسی صورتوں میں تو مشارکت اور مضاربت کے تحت کام کرنے والوں کو بھی نقصان کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ ایسے نقصان کی صورت میں مضاربت پر کام کرنے والے پر بھی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کیونکہ جو نقصانات ان وجوہ کی بنا پر ہوتے ہیں جو مضارب کے اختیار یا دائرہ قدرت میں نہیں ہوتے، اسے ان پر ذمہ دار ٹھہرانا یا تلافی نقصان پر مجبور کرنا از روئے شرع درست نہیں ہے۔ لہٰذا Hyper inflation کی وجہ سے اگر رأس المال میں کمی آتی ہے تو اس کی تلافی پر مدیون کو مجبور نہیں کرنا چاہیے۔

ہماری تجویز ہے کہ Hyper inflation پر غبن فاحش کا اطلاق نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کے ازالے کے لیے قرضوں کی indexation کی جائے کیونکہ عملاً یہ سود ہی کی ایک شکل ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال 10: معاصر اسلامی بنک متعین منافع دینے کے لیے مروجہ طریقے، جیسے مرابحہ اور مشارکہ متناقصہ وغیرہ کی جو شکلیں استعمال کر رہے ہیں کیا وہ مقاصد شریعت کے مطابق ہیں اور کیا انہیں سود کا صحیح اسلامی متبادل سمجھا جا سکتا ہے؟

جواب: اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ فکسڈ اور متعین منافع کے مروجہ طریقے جیسے مرابحہ اور شرکت متناقصہ جو عہد حاضر کے اسلامی بنکوں میں رائج اور مستعمل میں وہ شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ نہیں ہیں اور نہ ہی انہیں سود کا حقیقی متبادل قرار دیا جا سکتا ہے۔ مرابحہ اور اجارہ وغیرہ کے بارے میں تو اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کے شریعہ بورڈز بھی اس نکتے پر متفق ہیں کہ یہ اسلامی تمویل کے مثالی طریقے نہیں ہیں اس لیے انہیں شریعت کی طرف سے مقرر کردہ شرائط کا پورا پورا دھیان کرتے ہوئے صرف ضرورت کے موقع پر استعمال کرنا چاہیے۔

مولانا تقی عثمانی جن کا شمار پاکستان میں اسلامی بینکاری کے بانیوں میں سے ہوتا ہیں۔ وہ خود فرماتے ہیں:

> اسلامی بینکاری اپنے بنیادی تقاضوں کو پورا نہیں کر رہی، نہ ہی مشارکہ کی طرف کسی قسم کی پیش رفت کی قابل ذکر کوششیں موجود ہیں۔ مرابحہ، اجارہ وغیرہ کا استعمال بھی روایتی معیارات LIBOR وغیرہ کے "فریم ورک" میں ہوتا ہے جس کا آخری نتیجہ مادی طور پر سودی معاملے سے مختلف نہیں ہوتا۔ بعض اسلامی بنکوں میں یہ بات محسوس کی گئی ہے کہ ان میں مرابحہ و اجارہ کو بھی ان کے شرعاً مطلوب طریق کار کے مطابق اختیار نہیں کیا جاتا۔
>
> (اسلامی بینکاری کی بنیادیں، حقیقت پسندانہ جائزہ، ص: ۲۴۹، ۲۴۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح مولانا خود تسلیم کرتے ہیں کہ مرابحہ اور اجارہ کو ایک حیلہ کے طور پر اختیار کیا گیا تھا اس لیے اس کو مستقل حیثیت دینا ہرگز ٹھیک نہیں ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

یہ ایک حیلہ نکالا گیا ہے اور اس کے حیلہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اس لیے میں جہاں بھی دخیل ہوں وہاں اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ مرابحہ اور اجارہ کے معاملات کم کرو اور رفتہ رفتہ ''شرکت'' اور ''مضاربت'' کی طرف بڑھو اور جہاں ایسا نہیں کرتے وہاں سے میں رفتہ رفتہ الگ بھی ہو رہا ہوں، اس واسطے کہ بس ہو گیا، ایک حیلہ کر لیا۔۔۔۔ اپنی ساری سرگرمیاں اسی پر رہیں، یہ ٹھیک نہیں۔

(بحوالہ ماہنامہ ''ندائے شاہی مراد آباد فروری 2004ء انٹرویو'')

جمہور معاصر علماء کا دوٹوک موقف یہ ہے کہ سرمایہ کاری کا اسلامی تصور نفع ونقصان کی بنیاد پر شرکت ومضاربت ہے جس کا مروجہ اسلامی بینکوں میں کوئی خاطر خواہ حجم نہیں پایا جاتا بلکہ مروجہ اسلامی بینکاری میں مرابحہ اور اجارہ اور شرکت متناقصہ کے نام سے جو سودی حیلے اختیار کیے گئے ہیں وہ ایک تو شرکت ومضاربت کے شرعی مقصد اور مثالی تمویلی طریقوں کو فوت کرنے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ دوسرا ان حیلوں پر اربوں روپے کی سرمایہ کاری کرنا اور ان حیلوں کو معمول کے کاروبار کا طریقہ بنا لینا قطعاً ناجائز ہے ان حیلوں کے ذریعے حاصل ہونے والا مرابحہ کا ''ربح'' اور اجارہ کی اجرت 1981ء کی نام نہاد بلاسود بینکاری کے ''مارک اپ'' سے سر مو مختلف نہیں ہے۔

ادھار کی بعض بیوع کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے جیسے بیع مرابحہ، موجل اور بیع سلم وغیرہ لیکن ان بیوع میں نقد اور ادھار کی قیمت میں فرق کرنا ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر معاصر علمائے کرام میں شدید اختلاف ہے۔ اس اختلاف میں پڑے بغیر اس قدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاملہ تو بے حد واضح ہے کہ زیادہ سے زیادہ نقد اور ادھار قیمت میں فرق کے ساتھ ان بیوع کو مباح کہا جا سکتا ہے جبکہ دوسری طرف مہلت کے عوض اضافہ لینے کی صورت میں حرام میں وقوع کا اعلان ہے، لہذا مباح کو اختیار کرنے کی بجائے حرام سے بچنا ضروری ہے۔ ویسے بھی علماء میں سے اگر بعض کسی معاملہ کو مباح یا حلال اور بعض حرام قرار دیں تو ایسے معاملے میں بہر حال حرام کو مقدم رکھا جاتا ہے جبکہ یہاں تو جمہور علماء اسے ناجائز اور حرام قرار دے رہے ہیں۔ علماء کے مابین اختلافات رفع کرنے میں یہ اصول بھی بنیادی اہمیت رکھتا ہے کہ نصوص شرعیہ اور فقہی قواعد کے مقابلے میں حیلوں کا سہارا نہیں لیا جا سکتا۔ حیلے کے بارے میں علامہ بدر الدین عینی نے نسفی کی کتاب الکافی کے حوالے سے امام محمدؒ کا قول نقل کیا ہے:

ليس من اخلاق المؤمنين الفرار من أحكام الله بالحيل الموصلة الى ابطال الحق	یہ مسلمانوں کے اخلاق میں شامل نہیں ہے کہ وہ حق کے ابطال کے لیے حیلے کریں اور اللہ کے احکام سے فرار اختیار کریں۔

(عمدة القاری ، کتاب الحیل، جلد ۲۴، ص ۱۶۴)

امام محمدؒ کے شاگرد ابو حفص کبیر نے ان کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

وما احتال به حتى يبطل حقاً او يحق باطلا او ليدخل به شبهة في حق فهو مكروه و المكروه عنده الى الحرام	جس حیلے کے ذریعے حق کا ابطال یا باطل کا احقاق کیا گیا یا اس میں حق ہونے کا شبہ داخل کیا گیا ہو وہ مکروہ ہے اور مکروہ انکے نزدیک حرام کے قریب تر ہوتا ہے۔

(فتح الباری ، کتاب الحیل، جلد ۱۴، ص ۲۷۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام محمدؒ کے ایک اور شاگرد ابوسلمان جوزجانی کے حوالے سے مذکور ہے کہ جب بعض حضرات نے کتاب الحیل کو امام محمدؒ کے ساتھ منسوب کیا تو انہوں نے اس کا انکار کیا۔

اختلف الناس فی کتاب الحیل انه من تصنیف محمد رحمه الله ام لا ، کان ابو سلیمان الجوزجانی ینکر ذلک ،ویقول : ان محمداً رحمه الله ،صنف کتابا سماه ، کتاب الحیل ،فلا تصدقه

کتاب الحیل کے بارے میں لوگوں (علماء) کا اختلاف ہے کہ یہ امام محمد رحمہ اللہ کی تصنیف ہے یا نہیں ۔شیخ ابوسلیمان جوزجانی تو اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے کہ جو یہ کہے کہ امام محمد نے کتاب الحیل کی تصنیف کی ہے تو اس کی تصدیق مت کرو۔

(اعلاء السنن،جلد ۱۸،ص:۴۷۳)

البتہ کچھ حیلے ایسے ہیں جن کی اجازت خود شریعت دیتی ہے جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کو خود اللہ رب العزت نے حکم فرمایا:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ

اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لیکر اس سے مارو اور قسم نہ توڑ بے شک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانیوالا ہے۔

(ص:۴۴)

کیونکہ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ صحت یاب ہونے کے بعد وہ اپنی بیوی کو سو کوڑے ماریں گے۔علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں وہ حیلہ مقبول نہیں ہے جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کسی شرعی مصلحت یا حکم شرعی کا ابطال ہو رہا ہو۔

وکثیر من الناس استدل بها علی جواز الحیل و جعلها اصلاً لصحة ، وعندی ان کل حیلة او جبت ابطال حکمة شرعیة لا تقبل کحیلة سقوط الزکاة	بہت سے لوگوں نے اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے حیلوں کا جواز بنایا ہے اور ان کی صحت اور جواز کے لیے اسے بنیاد بنایا ہے لیکن میرے نزدیک وہ حیلہ مقبول نہیں جس سے کسی شرعی مصلحت اور حکم کا ابطال ہو جیسے کہ زکوۃ سے بچنے کے لیے حیلہ

(روح المعانی ، جلد ۲۳، ص ۲۷۷)

مرابحہ اور شرکت متناقصہ وغیرہ نہ صرف حیلے ہیں بلکہ اسلامی بینکوں میں رائج ان بیوع اور معاہدات پر شرعی قواعد اور فقہی ضوابط کا اطلاق بھی کما حقہ نہیں ہو رہا جس کی جانب بعض علمائے کرام نے مستقل تصانیف لکھ کر اشارہ کیا ہے۔ لہذا اسلامی بینکوں میں رائج ذرائع تمویل جیسے مرابحہ واجارہ اور شرکت متناقصہ وغیرہ پر بینکاری کی بنیاد رکھنا اور اسے سود کا متبادل سمجھنا ایک ایسا معاملہ ہے جس کے غلط ہونے پر معاصر علماء میں سے شاید ہی کوئی مختلف رائے رکھتا ہو۔ اسی طرح سبھی اہل علم اس پر متفق ہیں کہ شراکت اور مضاربت ہی وہ ذرائع تمویل ہیں جو مقاصد شریعت کے مطابق ہیں اور جن پر جدید اسلامی بینکاری کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ جو حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں دیانت اور امانت داری مفقود ہے اور ان بنیادوں پر بینکاری کا نظام چلانے سے یہ قوی اندیشہ ہے کہ بینکوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا اور کھاتہ داروں کی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رقم بھی ڈوب جائے گی تو ہم بھی اس امکان کو یکسر مسترد نہیں کرتے لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے اگر بینک لوگوں کو قرضے دینے کی بجائے اپنے کھاتہ داروں کی رقوم سے خود کاروبار کریں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بینک کی تمام شاخیں اپنی اپنی سطح پر کاروبار کریں بلکہ ضلعی سطح پر مرکزی برانچیں یہ کام کرسکتی ہیں۔ اس حوالے سے مروجہ قوانین میں ضروری ترامیم کی جاسکتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال 11: اسلامی تمویل کے مقاصد کیا ہیں؟ کیا اسلامی تمویل کے جدید طریقوں سے یہ مقاصد پورے ہو رہے ہیں؟

جواب: اسلام کے مالی معاملات کے حوالے سے عہد حاضر کے ماہرین اور تجزیہ نگاروں نے اپنی تحریروں میں کثرت سے اس بات پر زور دیا ہے کہ اس نظام کی بنیاد اخلاقی اقدار اور حصول مقاصد شریعت پر قائم ہونی چاہیے۔ ان سکالرز کے نزدیک اسلام کے مالیاتی نظام کو درج ذیل اقدار اور مقاصد سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔

1. سرمایہ داری اور ارتکاز دولت کی حوصلہ شکنی
2. سماجی اور معاشی انصاف کی فراہمی
3. سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی اور سرمایہ کاروں کے لیے منصفانہ منافع
4. حقیقی معاشی سرگرمی کا ماحول پیدا کرنے میں معاونت
5. معاشرتی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں شرکت

اگر افادیت اور مقاصد کے اعتبار سے موجود اسلامی بینکنگ اور مالیاتی نظام کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہاں شریعت کے مقاصد جلیلہ اور اقدار کو وہ مقام نہیں دیا گیا جو ان کا حق تھا۔ بینک اپنی تمام تر توجہ کاروباری معاہدے کے فقہی اور قانونی پہلوؤں کے التزام پر مرکوز رکھتے ہیں بجائے اس کے کہ افادیت اور مقاصد کو سامنے رکھا جائے۔ عمومی طور پر وہ اپنے لین دین میں شریعت کے نواہی کا خیال رکھتے ہیں جیسے کہ ربا، غرر میسر، قمار (جوا) وغیرہ۔ یہ طرز فکر بعض اوقات حقیقی مقاصد کے حصول میں ناکامی کا باعث بنتا ہے۔ اسلامی بینک اپنے کاروبار میں کبھی کبھی حیلوں پر بھی انحصار کرتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ایسے عذر اور حیلے اختیار کرنا جن سے اسلامی قانون کی گرفت سے بچا جا سکے۔ اس قسم کی طریقے میں تورق، عینہ کی بنیاد پر سکوک اور کئی دوسرے لین دین شامل ہیں جن کے ذریعے زیادہ سرمایہ جمع کرانے والوں کو منافع کی بلند شرح کے وعدے کیے جاتے ہیں۔ ایسے سودے بظاہر ایک مؤثر قانونی معاہدے کی ضروریات پوری کرتے ہیں لیکن ان پر عمل درآمد سے اسلامی مالیاتی نظام کے اصل اہداف تک رسائی ممکن نہیں رہتی۔ اس لیے کہ ایسے آلات زر بالبداہت کسی معاشی سرگرمی کا باعث نہیں بنتے۔ ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ ایک خاص منافع کے ساتھ سیالیت کی سہولت بھی فراہم کر دی جائے۔ بھاری رقوم جمع کروانے والوں کو "ہبہ" کے نام پر منافع کی تقسیم بھی ایک حیلہ ہی ہے۔ اسلامی بینک کسی قسم کی معاشرتی فلاح و بہبود میں حصہ نہیں لیتے حالانکہ وہ آسانی کے ساتھ ایسا کر سکتے ہیں اس مقصد کے لیے وہ کرنٹ کھاتوں میں جمع شدہ بھاری رقوم سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جن پر وہ خود تو کثیر منافع کماتے ہیں لیکن کھاتے داروں کو کچھ ادا نہیں کرتے کیونکہ کرنٹ اکاؤنٹ کی حیثیت ایک طرح کے قرض کی ہوتی ہے جو رقم جمع کروانے والے کے جانب سے بینک کو دیا جاتا ہے۔ لہذا قرض دہندہ اس کے عوض کسی قسم کے نفع کا استحقاق نہیں رکھتا۔

اسلام کی روح سے ہم آہنگ اپنی ایک الگ شناخت بنانے کے لیے اسلامی بینکنگ کی زیادہ توجہ کسی معاہدے کے قواعد و ضوابط اور قانونی موشگافیوں کی بجائے مقاصد شریعہ اور اقدار پر ہونی چاہیے۔ صرف اسی صورت میں ایک ایسا بینکنگ نظام وجود میں آئے گا جس کی بنیاد شریعت پر ہو اور وہ معاشرتی اہداف کے حصول کے اعتبار سے اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مصروف عمل ہو۔ لیکن اس کے لیے لازم ہے سودی بینکوں کے ساتھ "مقابلہ" کی کیفیت کا خاتمہ ہو، جو سود پر مکمل پابندی کے بغیر ممکن نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال 12: ہنڈیوں اور ٹریڈ بلز پر مروجہ ڈسکاؤنٹنگ کا اسلام کے مالیاتی نظام میں کیا متبادل ہے؟ اس حوالے سے اسلامی بینکوں کے اختیار کردہ طریقے کیا شریعت کی روح کے مطابق ہیں؟

جواب: بینکنگ کے روایتی (Conventional) نظام میں Discounting of trade bills ایک قدرے سہل اور سادہ انتظام ہے لیکن چونکہ یہ نظام متعین شرح سود پر قائم ہے اس لیے اسے من وعن اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ روایتی طریقہ کار کے مطابق کوئی مالیاتی ادارہ کسی تجارتی بل میں کٹوتی کر کے بل کے حامل شخص کو ایک ایسی رقم دیتا ہے جو اس بل کی قدر عرفی سے کم ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہ ادائیگی بل کی مدت مکمل ہونے سے پہلے کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر، ایک بل جس کے عوض تین ماہ کے بعد 50000 روپے ادا کرنا ہیں، قبل از وقت ادائیگی کی صورت میں بینک اس کے عوض 45000 روپے دے گا۔ یہ صریحاً ربا ہے، جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔

آج کا اسلامی بینک کٹوتی کے بجائے 50000 روپے کا تجارتی بل وصول کر کے اس کی مدت تکمیل، مثلاً تین ماہ تک اسے بطور ضمانت اپنے پاس رکھتا ہے۔ گاہک کے ساتھ 45000 روپے میں مرابحہ کا الگ معاہدہ کیا جاتا ہے، جس میں خریدار کو اصل لاگت 45000 روپے کے ساتھ منافع کا حصہ، تقریباً 5000 روپے، ملا کر مقررہ مدت کی تکمیل پر 50000 روپے ادا کرنا ہوتے ہیں۔ یہ عرصہ اس تجارتی بل کی مدت سے مطابقت رکھتا ہے جسے بطور ضمانت قبول کیا گیا ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجارتی بل کی مدت مکمل ہونے پر، بینک اجرا کنندہ یعنی خریدار کے مقرض شخص سے بل وصول کرتا ہے۔ یہ رقم اس ادائیگی میں استعمال ہوتی ہے جو مرابحہ کے تحت مقررہ مدت کی تکمیل پر گاہک کو واجب الادا ہوتی ہے۔

اس ضمن میں ایک اور مروجہ طریقے کے تحت، اسلامی بینک بل کی کٹوتی کے بجائے خریدار کو اسی مالیت کا قرض حسنہ دیتے ہیں۔ پھر اسی خریدار کے نمائندے کی حیثیت سے اجرا کنندہ یعنی خریدار کے مقروض شخص سے بل وصول کرتے ہیں اور اس خدمت کے عوض محنتانہ طلب کرتے ہیں۔ اگرچہ اسلامی نظریاتی کونسل نے کٹوتی کے متبادل کے طور پر اس طریقہ کار کی توثیق کر دی ہے، تاہم اسلام کے مالی معاملات پر گہری نظر رکھنے والے سکالرز اس ترکیب کے شرعی جواز پر شدید نوعیت کے تحفظات رکھتے ہیں۔

کٹوتی کے حوالے سے تیسری صورت یہ رائج ہے کہ اسلامی بینک تجارتی بل کے حامل شخص کے ساتھ بیع سلم (مستقبل میں حوالگی) کا معاہدہ کر لیتے ہیں۔ بینک اس شخص سے بل کی مالیت، مثلاً ایک لاکھ روپے کے لیے 1000 ڈالر حاصل کر کے انہیں بینک کے حوالے کر دیتا ہے۔ بینک یہ ڈالر مارکیٹ میں موجود قیمت پر بیچ دیتا ہے۔ معاہدہ کرتے وقت اور اس کی تکمیل پر ڈالر کی قدر میں جو فرق ہوتا ہے۔ وہ منافع کی صورت میں بینک کے پاس آجاتا ہے۔

اس قسم کی سودا کاری کے پیچھے یہ مفروضہ کارفرما ہے کہ موجودہ دور میں مستعمل کاغذی کرنسی اصل میں کوئی سکہ نہیں ہے، لہٰذا اس پر ربا الفضل کے اصول کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ یوں شرعی طور پر دو کرنسیوں کے تبادلے میں تاخیر کی اجازت مفروض ہوتی ہے۔ یہ دلیل کاغذی کرنسی سے متعلق امت مسلمہ کے مجموعی نقطہ نظر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے متصادم ہے۔ فقہ کے تمام قابل ذکر ادارے اس بات پر متفق ہیں کہ عملی مقاصد کے لیے کاغذ کی کرنسی کی حیثیت درہم اور دینار کی طرح ہے۔ لہذا رقم کے تبادلے کی مدت میں کسی قسم کی تاخیر یا اضافہ ربا ہی کے ذیل میں شمار ہوگا۔

اسلامی بینکوں کے ٹریڈ بلز کی ڈسکاؤنٹنگ کے مذکورہ بالا طریقے اسی وقت حقیقی ''اسلامی'' بن سکیں گے جب کنونشنل بینکوں کے سودی طریقے قانوناً ممنوع قرار پا جائیں گے اور بینکوں پر سے وہ پابندی ہٹادی جائے گی جس کی بنا پر بینک آج صرف ایک financial intermediary ہی بن سکتا ہے اور عملی طور پر تجارت نہیں کر سکتا۔ ایسی صورت میں بینک کسی KIBOR یا LIBOR کا پابند نہیں ہوگا بلکہ مارکیٹ میں مروج تجارتی شرح منافع کے معیارات کا پابند ہوگا۔ اس لیے کہ اسلامی نظام میں بینک عملاً بھی تجارتی سرگرمیوں کا مرکز ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال 13: کرنٹ اکاؤنٹ رکھنے والوں کے ساتھ بینک اپنی خدمات کی فراہمی کے ضمن میں جو ترجیحی سلوک روا رکھتا ہے کیا وہ شریعت کے اصولوں کے مطابق ہے؟

جواب: ہم نے پہلے بھی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مقروض کوئی ہدیہ یا تحفہ قرض خواہ کو کسی بھی شکل میں پیش کرے۔ شریعت میں قرض کی بناء پر ایسے کسی ترجیحی سلوک کی گنجائش نہیں، یہاں تک فرمایا اگر ایسا کیا جائے گا تو یہ بھی ربا قرار پائے گا، سوائے اس کے کہ مقروض اور قرض خواہ کے مابین ہدیوں اور تحائف کا لین دین معاہدۂ قرض سے پہلے بھی ہوتا ہو۔ چونکہ کرنٹ اکاؤنٹ کیلئے کیے گئے معاہدے کے تحت رقم جمع کرانے والے اور بینک کے درمیان تعلق بالترتیب قرض خواہ اور قرض دار کا ہوتا ہے۔ لہٰذا بینک (جس کی حیثیت قرض دار کی ہے) کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ کرنٹ کھاتے دار (اس صورت میں جو قرض خواہ ہے) کو ایسا کوئی اکاؤنٹ رکھنے کے عوض سامان کی شکل میں معینہ، مالی ترغیبات، خدمات یا فوائد دے۔ ان ترغیبات میں مختلف خدمات کے عوض ادا کیے جانے والے چارجز سے مکمل یا جزوی استثناء شامل ہے، جیسا کہ کریڈٹ کارڈ چارجز، ڈیپازٹ بکس، رقم کی منتقلی، لیٹر آف گارنٹی، لیٹر آف کریڈٹ۔ البتہ ایسی ترغیبات جو صرف کرنٹ کھاتوں سے متعلق نہیں ہیں، ان پر اس اصول کا اطلاق نہیں ہوتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال 14: اگر انٹرسٹ پر مبنی معاملات اور قوانین کو غیر اسلامی قرار دے دیا جائے تو ماضی میں بیرونی ممالک سے جو قرضے لیے گئے تھے اور مسلم و غیر مسلم ممالک سے جو مالی معاہدے کیے گئے تھے ان کے بارے میں کیا طریقہ اختیار کیا جانا چاہیے؟

جواب: ان میں سے جو قرضے اور مالی معاہدات سودی لین دین پر مبنی ہیں وہ اصولاً حرام ہیں کیونکہ قرآن وسنت کے احکام کی خلاف ورزی کر کے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا عہد توڑ کر کوئی معاہدہ کرنا اور پھر اس معاہدے کو پورا کرنا حرام ہے۔ لہذا اس حرام سے بچنے کے لیے ایسے معاہدہ کو توڑ دینا واجب ہے۔ ایسے معاہدات اور بین الاقوامی قرضے جن میں سود کی ادائیگی شرط ہے ان کے باطل اور فاسد ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما بال اقوام يشترطون شروطاً ليست في كتاب الله: من اشترط شرطاً ليس في كتاب الله فليس له و ان اشترط مائة مرة	کیا بری حالت ہے ان لوگوں کی جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں جائز نہیں ہیں۔ جس نے بھی کوئی ایسی شرط لگائی جو اللہ کی کتاب میں جائز نہ ہو تو اس کی یہ شرط پوری نہ کی جائے گی اگرچہ اس نے سو مرتبہ لگائی ہو۔

(صحيح البخاري، كتاب الصلاة، رقم: ۴۵۶)

حضرت عمر فاروق اور ان کے صاحبزادے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كل شرط خالف كتاب الله فهو باطل ،وان اشترط مائة شرط

جو شرط اللہ کی کتاب کے خلاف ہو وہ باطل ہوگی اگر چہ سو مرتبہ لگائی گئی ہو۔

(صحيح البخاري ،كتاب الشروط ،رقم: ٢٧٣٤)

مذکورہ روایات سے یہ بات بے غبار ہو جاتی ہے کہ سودی لین دین کی شرط سے کیے گئے بین الاقوامی معاہدات قرض ،عقود فاسدہ اور باطلہ کے زمرے میں آتے ہیں جن کو توڑنا واجب ہے۔

امام بخاری نے کتاب العلم میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان " باب اذا اصطلحوا على جور فهو مردود" یعنی اس بارے میں باب کہ جب فریقین خلاف شریعت شرائط پر صلح کر لیں تو یہ معاہدہ کالعدم ہوگا۔ انہوں نے ایسے مردود اور باطل معاہدوں کے کالعدم ہونے پر یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک شخص کے ملازم نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا تھا۔ زانی کے والد نے سو بکریوں اور ایک لونڈی کے بدلے میں صلح کروالی۔ جب رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لاقضين بينكما بكتاب الله ،اما الوليدة و الغنم فرد عليك ، وعلى ابنك جلد مائة و تغريب عام ، واما انت يا انيس لرجل فاغد على امراة هذا فارجمها ،فغداعليها انيس فرجمها

میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے ذریعے فیصلہ کروں گا ،ایک لونڈی اور تمہاری بکریاں تمہیں واپس کر دی جائیں گی۔ اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال ملک بدر کیا جائے گا اور اے انیس تو کل صبح صبح اس عورت کے پاس جاؤ اور اس کو رجم کرو، حضرت انیس اس کے پاس گئے اور اسے رجم کر دیا

(صحيح البخاري ، كتاب الصلح :رقم ٢٦٩٥)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصالحت بھی معاہدہ ہوتا ہے زنا چونکہ قابل راضی نامہ نہیں ہے اس لیے یہ صلح اور معاہدہ شریعت کے حکم یعنی حد زنا کے خلاف تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اسے کالعدم قرار دے دیا۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو غیر شرعی معاہدے کے مردود ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔

امام ترمذیؒ نے بھی اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے:

المسلمون علی شروطهم الا	مسلمان اپنی شرطوں پر قائم رہتے ہیں
شرط حرم حلالاً او احل حراماً	سوائے ایسی شرائط کے جو کسی حرام چیز کو حلال اور حلال چیز کو حرام ٹھہرا دے۔

(جامع الترمذی، باب الاحکام، رقم: ۱۳۵۲)

ان ارشادات مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کتاب وسنت میں جن عقود ومعاہدات اور عہدوں کو پورا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے ان میں وہ معاہدات اور عقود شامل نہیں جو فاسد شرائط کی وجہ سے مردود اور باطل قرار پاتے ہیں۔ سودی لین دین پر مبنی معاہدات بھی اسی قبیل سے ہیں۔

وفاقی شرعی عدالت بھی قانون معاہدہ 1972ء کی دفعہ ۲۳ کے بارے میں ۲۰ اکتوبر 1983ء کو فیصلہ دے چکی ہے کہ دفعہ ۲۳ میں اس معاہدے کو بھی کالعدم قرار دیا جائے جو قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی رو سے ممنوع ہو اور سپریم کورٹ کی شریعت بنچ نے بھی دفعہ ۲۳ کے بارے میں وفاقی شرعی عدالت کے حکم کی توثیق کی ہے۔ یہ فیصلہ زیر بحث مسئلے میں بھی نظیر بن سکتا ہے اس لیے کہ سود دینے یا لینے کا معاہدہ بھی قرآن وسنت کے خلاف ہے لہذا کالعدم ہونا چاہیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان معاہدات کو کیسے ختم کیا جائے؟

اس کے لیے ضروری ہے کہ قرض کی اصل رقوم کی جلد از جلد ادائیگی کا بندوبست کیا جائے اور حتی الوسع کوشش کی جائے کہ سود کی رقم سے چھٹکارا مل جائے تاہم اگر بین الاقوامی مالیاتی قوانین کے تحت سود کی رقم کی ادائیگی ناگزیر ہو اور عدم ادائیگی کی صورت میں فساد کا اندیشہ ہو تو یہ ادائیگی بھی بکراہت کر دی جائے کیونکہ ایسے عقد مردود سے باہر آنا بے حد ضروری ہے جبکہ آئندہ ایسے عقد سے مجتنب رہنا تو بالکل واضح ہے۔

متعدد عالمی قوانین مثلاً غیر جمہوری حکومتوں کی طرف سے لیے گئے قرضوں سے قوم کی بریت وغیرہ سے فائدہ اٹھا کر بھی سودی رقم معاف کرانے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح لمبی مدت تک قرض کی واپسی کی بجائے دو تین بڑی اقساط کی صورت میں ادائیگی کی کشش پر بھی سودی رقم کو جزوی یا کلی طور پر ختم کروایا جانا بھی ممکنات میں سے ہے۔ یہاں یہ بھی سوال اُٹھایا جا سکتا ہے کہ حکومت آئندہ سودی قرضوں کے حصول سے کیسے رک سکتی ہے جبکہ ملکی معیشت کی حالت دگرگوں ہے؟ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ حکومت کو خود انحصاری کا راستہ اختیار کرنا چاہیے اور اس کے لیے درج ذیل خطوط پر ٹھوس منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔

A۔ ملکی وسائل اور ذخائر کا اپنی پالیسیوں کے تحت درست سمت میں بھرپور استعمال۔ مثلاً اگر دیانتداری سے کام لیا جائے تو پاکستان میں ہائیڈرو، ونڈ، سولر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

،کول، ایٹمی جیوتھرمل و دیگر ذرائع سے پانچ سے دس سال کی مدت میں 60 ہزار میگا واٹ بجلی بنائی جاسکتی ہے۔تھرکول، ریکوڈک، سینڈک و دیگر قیمتی ذخائر کو استعمال میں لاکر قوم کی قسمت بدلی جاسکتی ہے۔

B۔ شاہانہ اخراجات اور خسارے کی سرمایہ کاری بجٹ خسارے اور تجارتی خسارے کا خاتمہ۔

C۔ کرپشن پر قابو اس وقت 1000 ارب روپے سے زیادہ کی کرپشن اور ٹیکس چوری ہے۔

D۔ حکمرانوں، سیاست دانوں اور افسران کے بیرونی ملک اکاؤنٹس کی ملک میں واپسی۔

E۔ لوٹی ہوئی دولت کی بازیابی، اب عالمی قوانین معاون ہیں کم از کم 150 ارب ڈالر رقم واپس مل سکتی ہے۔

F۔ بیرون ملک کی بجائے اندرون ملک سرمایہ کاری کی ابتدا۔حکمران مثال بنیں۔

G۔ بیرون ملک پاکستانیوں سے تعمیر وطن کے لیے زرمبادلہ فراہم کرنے کی اپیل۔

H۔ زکوٰۃ اور ٹیکسز کی بلا امتیاز مؤثر وصولیوں کا معتدل نظام

اگر کوئی یہ کہے کہ حکومت ایسے قرض اضطراری حالت میں لیتی ہے لہذا ''الضرورات تبیح المحظورات'' اور ''ما أبیح للضرورۃ یتقدر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بقدرھا '' کے شرعی قواعد کے تحت بین الاقوامی سودی معاہدوں اوران کی بنیاد پر سود کی ادائیگی کی اجازت دی جاسکتی ہے تو ہمیں اس منطق سے اس لیے اتفاق نہیں ہے کہ ان شرعی قواعد کے اطلاق کے لیے جو شرائط شریعت نے مقرر کی ہیں وہ یہاں مفقود ہیں۔ تفصیلی موقف عند الطلب عدالت کو فراہم کیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

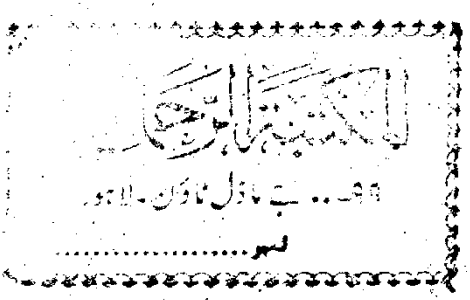

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہم مسلم سکالرز فورم کی انتظامیہ کے شکر گزار ہیں کہ جنہوں نے زیر نظر کتابچے کی اشاعت کے لیے ملی مجلس شرعی کی مالی معاونت فرمائی۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اُن کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور انہیں اپنے ارفع مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین